ماہنامہ

لندن

قندیل ادب انٹرنیشنل

شمارہ:60

دسمبر 2017ء

QINDEEL-E-ADUB INT. LONDON

www.qindeel-e-adub.com

(M) 0044-7886-304637, 02089449385

E-mail: ranarazzaq52@gmail.com.

چیف ایڈیٹر

رانا عبدالرزاق خان

بانی رُکن

خان بشیر احمد رفیق مرحوم

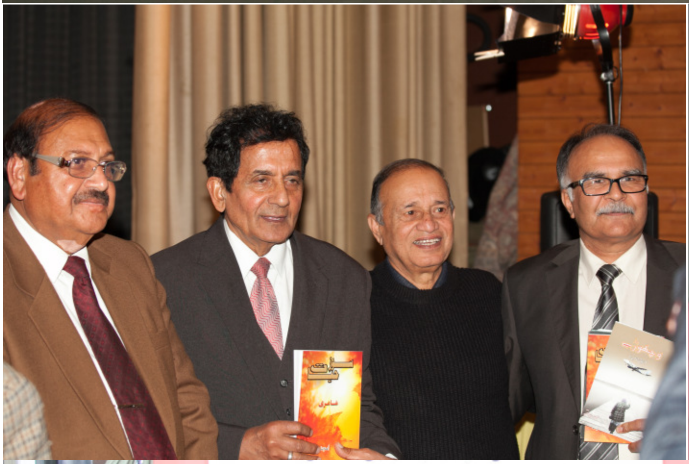

Company Director Ikram Sheikh

503 Garratt Lane Sw184sw London
Establish 1982 always chicken and chips
running from 2004 Alhamdolillah
Contact: 02088749846

CLASSIC AUTO SERVICES

Servicing on
All Makes of Vehicles

- Mechanical
- Diagnostics
- Clutch
- Brakes

Unit 168, Tooting Bec Road,
London SW17 8BH
020 8672 1815 / 074 3829 7620
074 7579 0097

BSC ELECTRICAL ENGINEERS

Part P Approved Contractor
Certification
Rewire PAT Testing
Replacement Fuse Board
Fault Detection

Contact:

SAMIULLAH: 07432715797

E-mail: ssami19693@hotmail.com
Web: bscelectricalengineers.co.uk

TAX AID
ACCOUNTANT

EST. 2013
HMRC
APPROVED
STRATEGIES
Team of Qualified Accountants

Muddssar Shahzad
FCCA
113 London Road
Morden Surrey
SM4 5HP
: 020 8050 5079
: 07944 266 563
www.taxaidaccountant.co.uk

مجلس ادارت

بانی رُکن

خان بشیر احمد رفیق مرحوم

مدیر

رانا عبدالرزاق خاں

اراکین مشاورتی بورڈ

آدم چغتائی، ڈاکٹر منور احمد کنڈے، رضیہ اسمٰعیل برمنگھم، رند ملک کنیڈا، اسلم ناصر آسٹریلیا، اے حق یوکے ٹائمز، ثقلین مبارک آسٹریلیا، رانا مبارک احمد بحرین، بشیر احمد خان سویڈن، راجہ منیر احمد، ڈاکٹر منصور خوشتر بھارت، منور احمد خورشید۔ امجد مرزا امجد۔

کمپیوٹر ڈیزائننگ : کرشن احمد قادیان 0091-9872341117

التماس

ہم سب دوستوں سے التماس کرتے ہیں کہ اپنے ادبی فن پارے، غزل، نظم، افسانہ، مشاعرے کی روئیداد وغیرہ جو بھی اِن پیج میں ارسال کیا جائے گا۔ بلاتفریق اسے معیار کے مطابق شائع کیا جائے گا۔ جو دوست بھیجتے ہیں اُن کی قدر کی جاتی ہے۔ قندیل ادب اکثر ممالک میں لاکھوں قارئین تک جاتا ہے۔ اور ویب سائٹ سے بھی پڑھا جاتا ہے۔ اگر آپ کے پاس ادبی فن پارے کوئی نہیں تو اپنے ریمارکس ہی ارسال کر دیا کریں تاکہ ہم اپنا محاسبہ کرتے رہا کریں۔ شکریہ رانا عبدالرزاق خاں

قندیل ادب انٹرنیشنل کے پانچ سال مکمل ہونے پر قارئین کو مبارکباد

ادارہ

فہرست مضامین

آپ کے خطوط۔		4
قندیل ادب انٹرنیشنل کے پانچ سال	اداریہ	4
دانشکدہ عظیم۔ تاریخ تعلیم الاسلام کالج	ادارہ قندیل ادب	5
اعلان۔ میرا گاؤں کا ٹھ گڑھ	رانا عبدالرزاق خان	5
اُردو جرمن کلچر کی جانب سے عالمی مشاعرہ	رپورٹ۔ رانا عبدالرزاق خان	6
منور احمد کنڈے۔ طارق احمد مرزا	مبارکباد	11
لندن میں قندیل ادب	امجد مرزا امجد لندن	12
قندیل پر عبدالکریم قدسی کا بے لاگ تبصرہ	ادارہ	13
غزلیات۔ عقیل عباس جعفری۔ مسعود منور۔ سید توقیر۔ ساغر صدیقی۔ پروین شاکر۔ قتیل شفائی۔ سید معراج جامی۔ وسیم بٹ نیروبی۔ حباب ہاشمی الہ آباد۔ صدیقہ شبنم لندن۔ فرخندہ رضوی۔ ثاقب زیروی۔ احمد فراز۔ عطاء المجیب راشد۔ ناصر کاظمی۔ ادا جعفری۔ جون ایلیا۔ جواد عالم۔ نورالجمیل نجمی۔ ڈاکٹر محمد عقیل اظہر۔ عدیم ہاشمی۔ ثمینہ راجہ۔ ساحر لدھیانوی۔ قتیل شفائی۔ منیر نیازی۔ رخسانہ رخشی۔ سید ریاست عباس رضوی دہلوی۔ زاہد عظمت۔ ڈاکٹر ساحر شیوی۔ سبینہ سحر۔ آغا محمد سعید۔ سہیل احمد لون۔ عطاء الحق۔ سلیم شاہجہانپوری علی سید پشاور۔ اسحاق عاجز جرمنی۔ بہادر شاہ ظفر۔ نذیر قیصر۔ قریشی داؤد احمد ساجد۔ مسلم سلیم۔ حبیب جالب۔ اب ناصر۔ رئیس الدین رئیس۔ رضیہ اسمٰعیل برمنگھم۔ حفیظ جونپوری۔ حافظ محمد سرور قریشی۔ بسم اللہ کلیم۔ عبدالجلیل عباد جرمنی۔ سائرہ بتول۔ رشید قیصرانی۔		14 to 24
تعارف۔ امجد مرزا امجد	ڈاکٹر منور احمد کنڈے	25
افسانہ۔ دل نے جسے اپنا کہا	امجد مرزا امجد	27
میرا قیمہ بنا دیجئے	مستنصر حسین تارڑ	28
کالی مرچ	امجد مرزا امجد	30
پنجابی افسانہ۔ اک دابوٹا	امجد مرزا امجد	31
افسانچے	امجد مرزا امجد	32
انشائیہ۔ مزاج اپنا اپنا	امجد مرزا امجد	33
انشائیہ۔ چکر	امجد مرزا امجد	34
اوریا مقبول جان	اے آر خاں لندن	35
سید نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کی ایک نظم ڈاکٹر سر محمد اقبال کی نظم نشانِ حقیقت کی...		36
کیپٹن صفدر اور فلسفہ جہاد	اے آر راجپوت	37
پاک ٹی ہاؤس	ادارۃ المعارف وکی پیڈیا سے	41

***

آپ کے خطوط

انجینئر محمود مجیب اصغر پاکستان سے لکھتے ہیں:

محترم رانا عبدالرزاق خان صاحب

چیف ایڈیٹر قندیل ادب انٹرنیشنل

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

احمق اور جاہل صفدر کی ہرزہ سرائی پر دندان شکن تبصرے پڑھنے کو ملے غصے کا اظہار بجا ہے۔ ہونا بھی چاہیئے۔لیکن ایک اور پہلو بھی ہے ۔حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ؒ کے دور میں احمدیوں کو قانونی طور پر غیر مسلم قرار دیا گیا۔اُن کا موقف تھا کہ دنیا تیوریاں چڑھا کر اور سُرخ آنکھیں کرکے تمہاری طرف دیکھ رہی ہے ۔تم مسکراتے چہروں کے ساتھ دنیا کو دیکھو،اور ہمیشہ یادرکھو کہ ایک احمدی دنیا سے دشمنی نہیں رکھتا اور نہ کرسکتا ہے کیونکہ خدا نے اسے پیار کرنے کے لئے اور خدمت کرنے کے لئے پیدا کیا ہے۔ یہ خدا کا کام ہے کسی کو سزا دے یا جزا دے۔ یا کسی کو چھوڑ دے۔ وہ مالک ہے حضرت محمد ﷺ نے اور صحابہ کرام نے لوگوں کے دلوں کو پیار سے جیتا تھا۔ اگر ہم بھی لوگوں کے دلوں کو فتح کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں بھی ان کے نقش قدم پر چلنا ہوگا۔ قرآن کریم کی تعلیم کا خلاصہ یہ ہے کہ محبت سب سے نفرت کسی سے نہیں۔ Love for all hatred for none

اس نوٹ کو اگلے شمارے میں شائع کردیں۔

محترم برادرم منیر باجوہ ہمبرگ جرمنی لکھتے ہیں:

محترم برادرم رانا عبدالرزاق خاں صاحب

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

قندیل ادب انٹرنیشنل کا شمارہ نومبر زیرِ نظر ہے۔خاکسار کے منظوم کلام کو اس میں شائع کرکے آپ نے بہت عزت بخشی۔ یہ آپ کی عظمت اور اعلیٰ ظرفی ہے۔آپ نے بندہ کی حوصلہ افزائی فرمائی ہے۔شکریہ۔ورنہ ہمارے کلام کی کیا اہمیت!!ابھی میں نیا شاعر ہوں میرے اشعار نثر ہی ہوتے ہیں۔ زندگی میں پہلی بار اپنا کلام آپ کے میگزین میں دیکھ کر تعجب بھی ہوا اور آپ کا مشکور بھی ہوں۔ قندیل ادب انٹرنیشنل پڑھ کر آپ کی علمی وادبی صلاحیتوں کا اعتراف تو ہوتا ہی رہتا تھا لیکن ٹی آئی کالج کی تاریخ ’’دانشکدہ عظیم‘‘ کے نام سے مرتب کرنا بلاشبہ ایک عظیم شاہکار ہے اور عظیم خدمت بھی۔ رہتی دنیا تک اس کی ضوفشانیوں کے جلو میں آپ کا نام بھی جگمگاتا رہے گا۔ دعاؤں کی درخواست کے ساتھ۔

***

اداریہ::

قندیل ادب انٹرنیشنل کے پانچ سال

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ جس نے خاکسار کو ادب کی خدمت کی 5 سال تک توفیق دی۔ مزید توفیق دینا بھی اس کی رحمت کا حصہ ہے۔ان پانچ سالوں میں ادیب وشعراء حضرات نے بہت تعاون کیا۔

انڈیا و پاکستان کے علاوہ یورپ امریکہ ایشیا کے سبھی ممالک سے قندیل ادب انٹرنیشنل کو بہت پذیرائی ملی ۔ ہر جگہ ادب کے پیاسوں نے اسے خوش آمدید کہا۔یہ قندیل ادب انٹرنیشنل کا ساٹھواں شمارہ ہے۔ای میل کے ذریعہ بھیجوایا جاتا ہے مگر www.qindeel-e-adub.com ویب سائٹ پر بہت پڑھا جاتا ہے۔ چار لاکھ سے زائد احباب اس سے استفادہ کررہے ہیں۔اس بار بندہ نے دسمبر شمارے کو پرنٹ بھی کروایا ہے۔ اور مالی معاونت کے لئے بعض اشتہاروں کا سہارا بھی لینا پڑا۔

میں ان صاحبان کا بھی مشکور ہوں۔ اگر اسی طرح تعاون جاری رہا تو انشاءاللہ قندیل ادب انٹرنیشنل شائع ہوتا رہے گا کیونکہ کسی بھی میگزین کو مسلسل چلانے کے لئے مالی معاونت ضروری ہے۔ اب میں اس کا سالانہ چندہ 12 پونڈ مقرر کرنے لگا ہوں۔ یوکے میں رہنے والے اس رقم میں رسالہ گھر پر وصول کرسکیں گے۔ اپنی رقم اور اپنا ایڈریس ارسال فرمائیں اور یہ میگزین آپ تک ہر ماہ بلا ناغہ پہنچتا رہے گا۔اس میں اپنے بزنس کا اشتہار دے اپنا کاروبار بڑھائیں اور ادب کی بھی خدمت کریں۔

میں دوبارہ سب دوستوں کا تہہ دل سے مشکور ہوں جو اس جہاد میں تعاون کررہے ہیں۔ مزید گزارش ہے کہ اپنے خیالات ،شاعری، لطائف، افسانے، کہانیاں، آپ بیتی، یا درفتگان آپ بلاتکلف ارسال کرسکتے ہیں۔ خدا تعالیٰ آپ سب کو خوش خرم رکھے آمین۔

رانا عبدالرزاق خان

ایڈیٹر قندیل ادب انٹرنیشنل لندن

ranarazzaq52@gmail.com

***

****

دانشکدہ عظیم

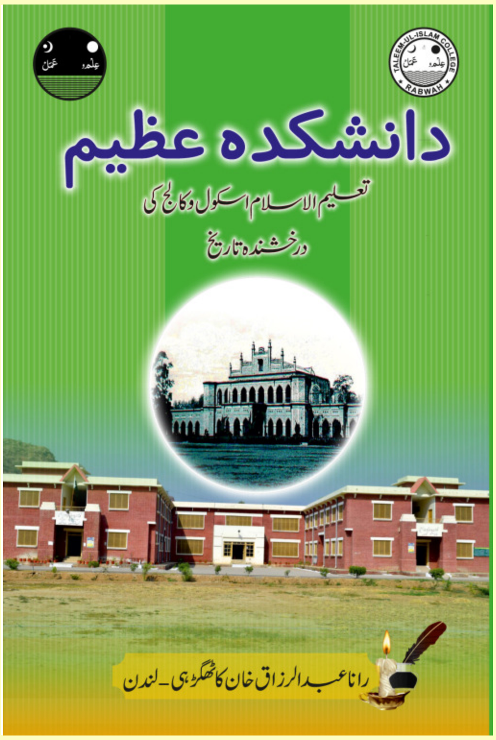

تاریخ تعلیم الاسلام کالج

رانا صاحب نے یہ کتاب لکھ کر ایک بہت ہی عظیم کارنامہ سر انجام دیا ہے ۔1898ء سے لیکر آج تک جب تک یہ کالج جماعت کے زیر انتظام رہا ہے۔اس کی ساری تاریخ مرتب کی ہے ۔اس میں پڑھانے والے پروفیسرز، اساتذہ، اُن کے شفقتِ پدری روّیوں کا بھی ذکر ہے ،اُن کے فرشتہ سیرت کرداروں،کا بھی اُن کے فرائض منصبی کی ادائیگی کا انداز،جذبہ حُب القوم،وجذبہ اطاعت کا خوب ذکر ہے،کالج کیے ماحول، باہمی پیار ومحبت،کا ذکر بھی ملتا ہے ۔کالج کے پروفیسرز، ہونہار طلباء، کی قیمتی تصاویر کے رنگین کاغذ پر 32 صفحات میں لگائی گئی ہیں ۔کالج میں اُردو کانفرنسز کا حال،اس میں آمدہ شخصیات کی تصاویر،اُن کے تبصرے شامل ہیں ۔کشتی رانی، باسکٹ بال کے میچز کی روئیداد،ہوسٹل کا ماحول ،طلباء کے دوسرے کالجز سے بہترین نتائج کا احوال درج ہے۔

صدر ایوب خان اور دیگر شخصیات کی کالج میں آمد کا ذکر بھی ہے ۔ دیدہ زیب کاغذ پر،ساڑھے چھ صد صفحات کی یہ کتاب پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے،اس کا پیش لفظ محترم مولانا عطاء المجیب راشد صاحب نے لکھا ہے۔جن کی نگرانی اور ہدایت پر یہ کتاب مرتب کی گئی ۔اس کی قیمت صرف 7 برطانوی پونڈ ہے جو کہ

فون نمبر 00447886304637

ranarazzaq52@gmail.com.

پر رابطہ کرنے سے مل سکتی ہے ۔کتاب کو خرید کر پڑھنا، ادب کی ترقی اور مصنف کی حوصلہ افزائی کے مترادف ہے ۔تعلیم الاسلام اولڈ بوائز ایسوسی ایشنز کے ممبران کو اسے ضرور خریدنا چاہیئے ۔ یہ ایک تاریخی سرمایہ ہے۔اور ایک شاہکار ہے۔

منجانب: ادارہ قندیل ادب انٹرنیشنل لندن

اعلان

خاکسار ایک کتاب مرتب کر رہا ہے ۔ جس کا تعلق میرے بزرگوں کے آبائی گاؤں (کاٹھ گڑھ) ضلع ہوشیار پور انڈیا سے ہے۔میری کوشش ہوگی کہ میں بلاتفریق سب کا ذکر کروں (کاٹھ گڑھ) کے لوگ جو اب پاکستان میں یا دیارِ غیر میں موجود ہیں اپنے آباء و اجداد کا ذکر اور ان کی تصاویر مجھے ارسال کریں ۔اور اس معاملہ میں ان کی خصوصی مدد کی ضرورت ہے تا کہ اُن کے بزرگوں کے احوال و اقوال ، تصاویر ، محفوظ ہو سکیں ۔ اخبارات سے بھی مواد اکٹھا کیا جا رہا ہے ۔اور میں جلد ہی (کاٹھ گڑھ) کا سفر بھی کروں گا ۔ اس کتاب میں سب خاندانوں کے شجرہ نسب بھی ڈالنے کا ارادہ ہے ۔اُن بزرگوں کی اولادوں کی تصاویر بھی ڈالی جائیں گی ۔ جماعتی ، قومی، ملی خدمات کا تذکرہ بھی اس میں ذکر ہوگا۔اگر کوئی بھی راہِ مولیٰ میں شہید ہوا ہو، اسیر راہِ مولیٰ رہا ہو ان سب کا تذکرہ بھی شامل ہوگا۔

کتاب کے تین صد صفحات مرتب ہو چکے ہیں اور جنوری 2018ء میں یہ کتاب منظر عام پر آنے والی ہے ۔ پھر احباب نہ کہیں کہ بتایا نہیں گیا ۔ براہِ کرم مندرجہ ذیل ایڈریس اور فون وای میلز پر رابطہ کریں اور اپنے اور اپنے بزرگوں کے احوال ، تصاویر ضرور ارسال کریں ۔

رانا عبدالرزاق خان لندن

موبائل: 00447886304637

ranarazzaq52@gmail.com

اُردو جرمن کلچرل سوسائٹی کی جانب سے فرینکفرٹ میں عالمی مشاعرہ

رپورٹ:
رانا عبدالرزاق خان

مشہور کالم نگار اور صحافی محترم جناب عرفان احمد خان صدر اُردو جرمن کلچرل سوسائٹی جرمنی نے اس مشاعرے کا ۱۹۔نومبر ۲۰۱۷ کو فرینکفرت میں اہتمام کیا۔جس میں برطانیہ سے چار معروف شعراء کو مدعو کیا گیا تھا۔ پہلے کتب کی رُونمائی کی تقریب عمل میں لائی گئی۔کاروائی کا آغاز ۴ بجے شام ہال۔

in den Schafgarten21_60437 Franfurt
Burger Haus Haarheim

میں شروع ہوئی۔ پہلے مشہور کالم نگار اور صحافی محترم جناب عرفان احمد خان صدر اُردو جرمن کلچرل سوسائٹی جرمنی نے اس سوسائٹی کی تاریخ کی تفصیل بتائی۔اُردو جرمن کلچرل سوسائٹی جرمنی کی بنیاد ستمبر ۱۹۸۹ میں رکھی گئی،اس فورم میں مختلف مواقع پر جس میں آج تک نامور ادیب اور شعراء حصہ لے چکے ہیں۔اُن میں فیض احمد فیض، فتح محمد ملک،نجم الدین شیخ،الطاف گوہر،جمیل الدین عالی، پروفیسر حسن عسکری، سلیم قریشی، بخش لائلپوری، احمد فراز، وغیرہ شامل ہیں۔اُس کے بعد خان صاحب نے صدارت کے لئے سردار اجیت سنگھ پروفیسر انڈین لینگویجز و مذاہب فرینکفرٹ سے اسٹیج پر تشریف لانے کی دعوت دی۔لندن سے تشریف لائے ہوئے مشہور ادیب وشاعر، افسانہ نگار، امجد مرزا امجد کو اور کالم نگار، صحافی، ایڈیٹر قندیل ادب انٹرنیشنل لندن رانا عبدالرزاق خان کو، شاعر و ادیب سید نصیر احمد، وشائق نصیر پوری اور برلن

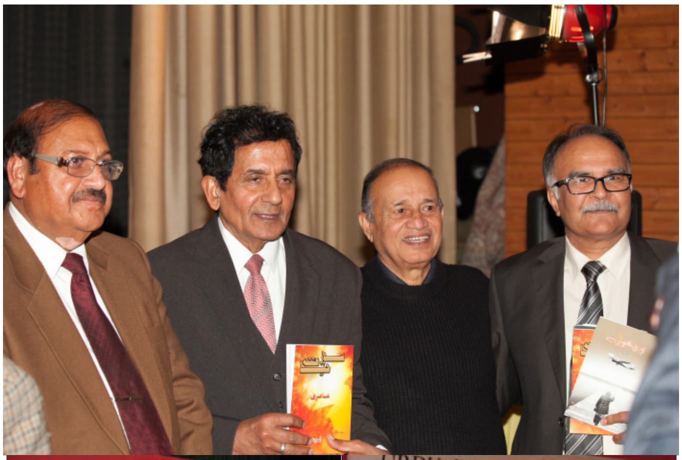

سے آئے ہوئے، شاعر و ادیب سرور ظہیر غزالی، کو بھی بطور مہمانانِ خصوصی اسٹیج پر تشریف آنے کے لئے درخواست کی۔ تلاوت میر نسیم الرشید صاحب نے کی اور نعت میر اُسامہ نسیم صاحب نے پیش کی، کلام امام۔

محمدؐ پر ہماری جاں فدا ہے وہ کوئے صنم کا راہنما ہے

سب سے پہلے رانا عبدالرزاق خان کی کتاب ''قندیل علم'' پر تبصرہ کے لئے شاعر و ادیب بشارت احمد بشارت مفصل تبصرہ پیش کیا، اُن کے بعد انور ظہیر رہبر نے اسی کتاب پر امجد مرزا امجد کا لکھا ہوا تبصرہ پڑھ کر سنایا، اس کے بعد امجد مرزا امجد کی کتاب ''یادِ ماضی'' پر تبصرہ کرنے کے لئے اسحاق ساجد، سرور ظہیر غزالی نے نہایت مفصل امجد مرزا کی شاعری و افسانہ نگاری اور ان کی شخصیت پر روشنی ڈالی۔ اُن کے بعد ''سوزِ حیات'' امجد مرزا امجد کا دوسرا اردو مجموعہ اور سولھویں کتاب، ''سوزِ حیات'' پر تبصرے کے لئے پرویز زیدی تشریف لائے رانا عبدالرزاق خان نے ایسی خوبصورت مجلس قائم کرنے پر عرفان خان کا شکریہ ادا کیا۔ جن کے بعد محترم امجد مرزا امجد نے بھی ایسی خوبصورت تقریب قائم کرنے پر عرفان خان کا شکریہ ادا کیا۔

پر تکلف طعام کے وقفہ کے بعد مشاعرہ شروع ہوا۔ خان صاحب نے صدارت کے لئے لندن سے تشریف لائے ہوئے مشہور ادیب و شاعر، افسانہ نگار، امجد مرزا امجد کو صدارت کے لئے درخواست کی، لندن سے تشریف لائے ہوئے کالم نگار، صحافی، ایڈیٹر قندیل ادب انٹرنیشنل لندن رانا عبدالرزاق خان کو بطور مہمان خصوصی کو اسٹیج پر آنے کی درخواست کی۔ پھر سب معزز شعراء کو اسٹیج پر تشریف لانے کو کہا گیا۔ ہال کھچا کھچ سامعین سے بھرا ہوا تھا۔ ہال بہت ہی خوبصورت قمقموں سے جگمگ کر رہا تھا، خوب رونق تھی عید کا سماں تھا، شائقین شعراء کو سننے کے لئے بے تاب تھے۔ مشاعرے کی نظامت کی ذمہ داری خان صاحب نے نوجوان شاعر مد بر احمد آسان کو سونپ دی تھی جو کہ انہوں نے بڑے احسن طریقے سے نبھائی۔ قربان علی نے وارث شاہ کا کلام اپنی سریلی آواز میں پیش کیا جسے بہت سراہا گیا۔ جن شعراء نے اپنا کلام سنایا ان کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔ حنیف تمنا، طاہر عدیم، طاہر مجید، عارف نقوی، انور ظہیر رہبر، سرور ظہیر غزالی، عشرت معین سیما، طفیل خلش، چوہدری مسعود احمد، راجہ محمد یوسف، اسحاق اطہر، شفیق بسراء، عشرت ماٹو، شریف خالد، اسحاق

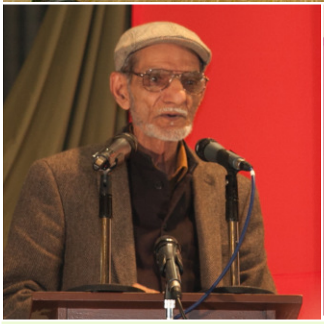

ساجد، امجد علی شاکر، طاہرہ رُباب، بشارت احمد بشارت، سید نصیر احمد ، شائق نصیر پوری، عارف نقوی، عبدالباسط طارق، وسیم طاہر، چوہدری اکرم، عبدالحمید رامہ، ارشاد ہاشمی، سلمان شاہد، عامر افتخار، ارشد رمیش، شامل ہوئے اور آخر میں محفلِ صدر امجد مرزا امجد نے حسب معمول پنجابی کی دو غزلیں سنائیں جس پر انہیں خوب داد ملی مگر جب انہوں نے اردو غزل کو اپنی خوبصورت آواز میں ترنم سے سنایا تو ساری محفل تالیوں سے گونج اُٹھی۔ مشاعرے میں شعراء نے پنجابی اور اُردو کا بہت خوبصورت کلام پیش کیا۔ سامعین نے بڑی دلچسپی اور نہایت دل جمعی سے سنا اور خوب داد دی۔ ہر طرف سے مکرّر مکرّر کے آوازے آرہے تھے۔ اور واہ واہ کے ڈونگرے برسائے جارہے تھے۔ محفل خوب باغ و بہار بنی ہوئی تھی، بعض شعراء اور شاعرات نے اپنی سریلی آواز سے کلام بھی سنایا۔ رات بھیگ رہی تھی ۔ رات کے گیارہ بجے یہ خوبصورت مشاعرہ اپنے اختتام کو پہنچا۔ اختتامِ محفل پر فیض ایوارڈ کی تقسیم ہوئی۔ جس میں امجد مرزا امجد نے مولانا عبدالباسط طارق صاحب سے، رانا عبدالرزاق خان نے چوہدری افتخار احمد صاحب صدر مجلس انصاراللہ جرمنی سے، سید نصیر احمد شاہ نے ڈاکٹر عبدالغفور قریشی سے وصول کیا۔ اور طاہر عدیم، حنیف تمنا، شاہد محمود،، عامر افتخار نے صدرِ مشاعرہ امجد مرزا امجد سے ایوارڈ وصول کیے۔ آخر میں عرفان احمد خان صاحب نے تمام مہمانوں کا خصوصاً برطانیہ سے آئے ہوئے اور تمام سامعین کا شکریہ ادا کیا۔ اپنی تنظیم کے تمام ممبران جنہوں نے کئی ہفتوں کی ان تھک محنت سے آج کے اس عظیم الشان مشاعرے کو کامیاب کیا شکریہ ادا کیا۔ سب خوشی خوشی جناب عرفان خان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے ان خوبصورت یادوں کو لئے اپنے گھروں کو روانہ ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسی تقریبات منعقد کرنے کی توفیق عطا کرتا رہے۔ آمین۔

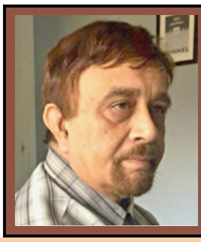

رانا عبدالرزاق خان صاحب ایڈیٹر انچیف
اور ان کے معاونین کو مبارک صد مبارک
ڈاکٹر منور احمد کنڈے ٹیلفورڈ۔انگلینڈ

لندن میں ”قندیل ادب“ انٹرنیشنل کے شاندار پانچ سال

قندیل یہ ادب کی ہے روشن جہان میں
خدمت بھری رزّاق کی اردو زبان میں
ہم سب ہی معترف ہوئے رانا رزاق کے
روشن ادب کے ہیں دیئے رانا رزاق کے
گزرے ہیں پانچ سال مبارک اے قارئیں
ایسا تو باصول جریدہ نہیں کہیں
کیسی کرامتیں ہیں بصیرت کی بات میں
اس میں بھرا ہے نور بھی تاریک رات میں
خونِ جگر سے سینچ کے لکھی کہانیاں
اس میں جمال و حسن کی ہیں ترجمانیاں
شعر و ادب کا چاند ہے اس میں چمک رہا
الفاظ کا بھی مہر ہے اس میں دمک رہا
اس میں ہدایتوں کے بھی اختر کی ہے ضیا
باتیں فرات کی بھی ہیں اور ذکرِ کربلا
اس میں سیاستوں سے بھی اُٹھی ہوئی رِدا
ظلم و ستم میں درد کا چلتا ہے قافلہ
اس میں ہے ماں کے پیار سے بھیگی ہوئی صدا
اس میں ہے بیٹے بیٹیوں کے واسطے دعا
اس میں کلی و پھول کی ہیں مسکراہٹیں
گھیرے ہوئے چمن کو ہیں تتلی کی چاہتیں
اس میں ہے مومنین کی ہجرت کی داستاں
قصّے ہیں کچھ زمین کے روتا ہے آسماں
اس میں نبیؐ کی نعت ہے اور حمدِ ذوالجلال
اس میں ہیں غزلیات از شعرائے باکمال
اس سے کھلے ہیں راز جو پہلے نہ تھے عیاں
اس میں ہے ایسی بات جو ہوتی نہ تھی بیاں
اس میں رہِ یقین کی لکھی خبر بھی ہے
اور طائرانِ حرف کا اس میں سفر بھی ہے
اس میں محبتوں کا منوّر چمن بھی ہے
حصّے میں تیرے آیا جو رنگِ سخن بھی ہے
ہم سب کی یہ دعا ہے کہ زندہ رہے ”قندیل“
کاوش سے قارئین کی ہو جائے خود کفیل

رانا عبدالرزاق خان صاحب ایڈیٹر انچیف
اور ان کے معاونین کو مبارک صد مبارک
طارق احمد مرزا۔آسٹریلیا

بن چکا ہے اک حوالہ، صدمبارک
یہ رسالہ جو نکالا، صدمبارک
اس کا جشنِ پنج سالہ صدمبارک
آندھیوں کا ہے یہ پالا، صدمبارک
ہو جہاں میں بول بالا صدمبارک
اس کا جشنِ پنج سالہ صدمبارک
شش جہت پہنچے ہے اس کی ہر کرن
یعنی لنڈن تا بٹالہ، صدمبارک
اس کا جشنِ پنج سالہ صدمبارک
ہر طرف اس کا اجالا صدمبارک
حاسدوں کا منہ ہے کالا، صدمبارک
اس کا جشنِ پنج سالہ صدمبارک
پان ہے میٹھا ادب آداب کا
یا ہے گل قندی نوالہ، صدمبارک
اس کا جشنِ پنج سالہ صدمبارک
جو بھی لکھ بھیجا اسے تو بے دھڑک
مِن و عن ہی چھاپ ڈالا، صد مبارک
اس کا جشنِ پنج سالہ صدمبارک
سادگی، اپنائیت، اخلاص کیش
نہ توگڑبڑ نہ گھٹالہ، صدمبارک
اس کا جشنِ پنج سالہ صدمبارک

لندن میں قندیلِ ادب

امجد مرزا امجد لندن

یوں تو برطانیہ میں بے شمار رسالے اخبارات شائع ہوتے رہے کئی تو چند ماہ میں بند ہو گئے، کچھ کی عمر چند برسوں تک رہی اور چند ایک نے ایک دو دہائیوں تک ادب کی آب یاری کی۔مگر بات افسوس کی یہ ہے کہ ہماری قوم میں ایک تو ادب نام کی کوئی حس تک نہیں، نہ کتابی ادب کی اور نہ ہی عملی۔ہم یہاں صرف ایک مقصد لئے زندہ ہیں کہ کسی طرح مال و دولت اکٹھی ہو جائے جبکہ تاریخ گواہ ہے کہ وہ لوگ جو پانچ پونڈ جیب میں ڈال کر لائے تھے آج کئی کئی مکانوں، سپر سٹور اور بڑی بڑی فیکٹریوں کے مالک ہیں مگر دکھ لگتا ہے کہ ابھی تک ان کی ہوس ختم نہ ہوئی اور ان کا دھیان اور کسی جانب نہ گیا۔مسجدیں تعمیر ہوتی گئیں اس میں بھی ایک اہم پہلو یہی تھا کہ ہم ایک دوسرے کو کافر قرار دے کر اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد تعمیر ضرور کرتے ہیں۔ایک ایک شہر میں سینکڑوں مساجد آباد ہو گئیں اور مسلمانوں کو ٹکڑوں میں بانٹ دیا۔مگر نہ کوئی ایسا سینٹر قائم ہو سکا جہاں بوڑھے ریٹائیرڈ لوگ بیٹھ سکیں۔ہزاروں تنظیمیں وجود میں آئیں مگر وہ بھی اپنے اپنے جھنڈے تلے اپنے ہی نعرے بلند کرتے رہے کمیونٹی کے لئے کچھ بھی نہ ہوا۔اسی طرح ادب سے لگاوٹ رکھنے والوں نے بے شمار جریدے شروع کیے مگر پڑھنے والے نہ ملے، نہ ہی خریدنے والے۔ساٹھ سال اس ملک میں رہ کر بھی ہم نے اپنی زبان و ادب کے لئے کوئی ایسا ٹھوس کام نہ کیا جو ادب و زبان کو زندہ رکھے۔نہ ہی ہم اپنی زبان و ادب کو اپنی اولاد تک پہنچا سکے۔موجودہ وقت میں لندن ایک ایسا شہر ہے جس میں مشاعروں، ادبی محافل جاری رہتی ہیں اور چند ایک اخبار اور ایک رسالہ جاری ہے جبکہ سابقہ دو برسوں میں تین اخبارات اور تین رسالے بند ہو چکے ہیں جو جاری ہیں وہ بھی سسک رہے ہیں۔

عبدالرزاق رانا صاحب نہایت زود قلم اور ادب سے محبت نہیں عشق رکھنے والی شخصیت ہے۔انہیں معلوم ہے کہ کوئی رسالہ یا اخبار خریدا نہیں جاتا۔اس کے لئے منتیں کر کے اشتہار بھی لے لو تو وقت پر ادائیگی نہیں کی جاتی لہٰذا انہوں نے بڑی عقلمندی اور ذہانت کا ثبوت دیتے ہوئے ''قندیل ادب'' کا رسالہ نکالا جو صرف ویب سائیڈ پر پڑھا جاتا ہے۔گو اس پر بھی کافی اخراجات آتے ہیں کیونکہ یہ چہار رنگا سرورق کے ساتھ اس کے تمام صفحات بھی رنگین ہیں۔بیالیس صفحات میں جہاں غزلیات، نظمیں تصاویر کالم ہر نوع کے مضامین ہیں وہاں وہ ادبی خبریں اور برطانیہ میں موجود ادبی تنظیموں کی بھی کوریج کرتے ہیں۔لہٰذا سابقہ پانچ برسوں سے ان کی یہ ادبی قندیل اس طرح روشن ہے کہ دنیا کے ۲۰۰ ممالک سے زیادہ لاکھوں لوگوں کو منور کر رہی ہے۔اور دن بدن اس کے قارئین میں اضافہ ہو رہا ہے۔برطانیہ کا یہ پہلا کامیاب ترین آن لائین ادبی جریدہ ہے جس کا سہرا ایک شخص۔عبدالرزاق رانا صاحب کے سر ہے۔اب وہ سوچ رہے ہیں کہ اس کا ایک خاص یادگار نمبر جو کم از کم بھی پانچ سو صفحات تک ہو شائع کیا جائے۔

مبارک باد

19 نومبر 2017 کو اُردو جرمن کلچرل سوسائٹی فرینکفرٹ نے برطانیہ کے مشہور کالم نگار، ادیب و شاعر اور تین کتب کے مصنف رانا عبدالرزاق خان ایڈیٹر قندیل ادب انٹرنیشنل لندن کو اُن کی ادبی خدمات پر فیض ایوارڈ سے نوازا گیا۔

ادارہ قندیل ادب انٹرنیشنل اس موقع پر رانا عبدالرزاق خان کو مبارک باد پیش کرتا ہے۔

(ادارہ)

میری دلی دعا ہے کہ اللہ پاک اس نیک مقصد میں انہیں کامیاب کرے کیونکہ برطانیہ و یورپ کی ادبی تاریخ میں ''قندیل ادب'' کا یہ خاص شمارہ سنگ میل ثابت ہوگا اور صدیوں تک یادگار رہے گا۔مجھے امید ہے کہ تمام ادب سے محبت رکھنے والے دوست و احباب اس کے ساتھ قلمی و مالی تعاون دے کر اس کو کامیاب کریں گے۔

***

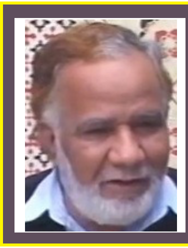

قندیلِ ادب انٹرنیشنل پر
کہنہ مشق ادیب و شاعر محترم عبدالکریم قدسیؔ کا بے لاگ تبصرہ

قندیل ادب نومبر کا شمارہ سامنے ہے۔ محترم اکبر حیدر آبادی اور محترم سید ریاست عباس رضوی کی وفات کی خبر نے بہت رنجور کیا۔ جو بادہ کش تھے پرانے وہ اُٹھتے جاتے ہیں۔ کہیں سے آبِ بقائے دوام لا ساقی۔ پانچواں سالنامہ قندیل ادب چھاپنے کی خوشکن خبر پڑھی۔ خاکسار ابتدائی سالوں کے پرچہ جات در بدر کی ٹھوکریں کھاتے ہوئے نہ دیکھ سکا۔ صرف 2017ء کے اکثر پرچے نظر سے گزرے شروع میں پروف ریڈنگ کا معیار بہتر نہیں تھا۔ کئی اشعار بے وزن چھپ جاتے۔ ایک غزل کے اشعار دوسری غزل کے شعروں میں زبردستی گھُس جاتے۔ تاہم آہستہ آہستہ یہ معیار بہتر ہوتا گیا۔ بڑے سے بڑا عالم بھی پرائمری سے گزر کر آتا ہے۔ ''فکرِ مودودی اور ریاستی بیانیہ، طارق احمد مرزا صاحب کا علمی اور تحقیقی مضمون پسند آیا۔ موصوف کا قلم نظم ونثر کی منزلیں خوب طے کر رہا ہے۔ طاہر احمد بھٹی صاحب کے مضامین کاٹ دار ضرور ہوتے ہیں مگر کڑواہٹ سے مبرا۔ اگر یہ عنصر کہیں در آتا ہے تو وہ آٹے میں نمک کے برابر ہوتا ہے۔ ''داماد انگیز اور سسرناک'' کا عنوان ادب کی انگوٹھی میں خاتم کی طرح ہے۔ پروفیسر مبارک احمد عابد صاحب کے ساتھ شعری نشت کا احوال پڑھا۔ عابد صاحب ایک ایسا درویش قلمکار ہے جس نے ساری عمر احمدیہ علم الکلام کی چھاؤں تلے گزار دی۔ کبھی دنیاوی تحفہ جات، اعزازات اور انعامات کی طرف نظر اُٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ لقمان اور سلطان صاحب کی تحریر ہمیشہ جاندار ہوتی ہے کیپٹن صفدر کو شاہ دولے کا چوہا اسکی کرتوتوں نے ثابت کیا ہے۔ اور یہ خطاب ایسے شخص کے لئے عین موزوں ہے۔ ''آبادی کی فحاشی'' عجیب وغریب عنوان کے ساتھ جناب اے، آر خان کا فکر انگیز مضمون بھی پڑھنے کے لائق ہے۔ بد قسمت ملک کو دونوں ہاتھوں سے لوٹا جا رہا ہے کوئی پوچھنے والا نہیں اور اگر کوئی عدالت مال مسروقہ کر کے سزا دے دے تو سر پیٹتے ہیں کہ ہمیں کیوں سزا دی۔ ''بدلتا ہوا زمانہ''۔

جمیل خان صاحب نے درست کہا ہے کہ ''اُن بد بختوں نے سوالات اور جذبات کو خدا اور رسول کی توہین اور اسلام کیلئے خطرہ قرار دیا ہے''۔ گویا مکالمے کی روایت کو دیس نکالا ہی دے دیا۔ ''معافی اور توبہ معروف قلمکار جاوید چوہدری صاحب تحریریں بڑی جاندار، تاریخی اور تحقیق کی خوشبو سے مزّین ہوتی ہیں۔ بابا جی اے چشتی ہماری موسیقی کا بہت بڑا نام تھا۔ انکی وفات سے موسیقی کا ایک باب بند ہو گیا۔ وہ انسان بھی بہت اچھے تھے۔ ہم جیسے لوگوں سے بھی احترام سے ملتے۔ ''اقتدار؟ خاندانی وارث'' محترم نذیر ناجی نے پاک وہند میں خاندانی وراثت کا بڑی تفصیل سے جائزہ لیا ہے۔ ناجی صاحب قلم کے معنی ہیں۔ انکی تحریروں کی کاٹ ہر کوئی محسوس کرتا ہے صحافت میں نئے نئے تجربات بھی کئے جب روزنامہ ''حیات'' نکالا تو اداریئے کی جگہ گدھے کی تصویر لگائی اور نیچے لکھا کہ آپکو جمہوریت کا کون سا چہرہ پسند ہے۔ ضیاع الحق کھلی دھمکی دیا کرتا تھا کہ میں نذیر ناجی کو اُلٹا لٹکا دوں گا۔ مگر خود ہی اُلٹا لٹک گیا۔ ہفت روزہ ''شہاب'' میں فلم سٹار نغمہ کے دھڑ پر مودودی صاحب کا چہرہ لگا دیا اور نیچے تحریر کیا ''سُن وے بلوری اَکھ والیا''۔ شہاب کے دور سے ہی میری ان سے یاد اللہ ہے۔ ''اژدھے'' جناب عالیؔ صحرائی کے مضمون کا عنوان پیارے وطن کو لیڈروں کی شکل میں یہ اژدھے کیسے کیسے لوٹتے ہیں۔ خدا کی پناہ! صحرائی صاحب نے چند مثالیں دی ہیں اور ان کے نقاب اُتار کر اُنکی مکروہ شکلیں سب کو دکھا دی ہیں۔ ڈاکٹر عائیض القرنی کے مضمون نے بہت لطف دیا۔ خصوصاً پطرس بخاری کے اس فقرے نے کہ ''مولانا! آلاتِ غنا کی موجودگی میں درسِ قرآن نہیں ہوسکتا تو جو آلاتِ زنا آپ کے ساتھ لگے ہوئے ہیں؟''۔ راجہ خادم حسین عاصم کے مختصر مضامین پڑھنے لائق ہیں خصوصاً ''مجبوری'' نے بہت مزا دیا ایسے ایسے امام مسجد بھی ہوتے ہیں۔ ''ربوہ ایک مثالی اور پر امن شہر'' ابن لطیف صاحب کا ربوہ کی تاریخ پر ایک خوبصورت اور پُر حاصل مضمون اور ساتھ ہی عبد الصمد قریشی کی ربوہ پر اک خوبصورت نظم بھی اچھی لگی۔ ''دیہاتی زندگی'' جناب بشارت احمد بشارت نے گاؤں کی زندگی کی مہکتی ہوئی تصویر دکھائی۔ اُنکی شاعری بھی دیہاتی وسیب سے جڑی ہوتی ہے۔ صحت منداور پرخلوص رواجوں میں آنکھ کھولنے والے ساری عمر اسی کی یاد میں گزار دیتے ہیں۔ اب حصّہ نظم سے وہ اشعار جو پہلی نظر سے اُچک لئے کرنوں کی طرح بانٹ زمانے میں اُجالا۔ خوشبو کی طرح پھیل گلابوں سے نکل کر (محسن نقوی) وہی کارواں وہی راستے وہی زندگی وہی مرحلے۔

مگر اپنے اپنے مقام پر کبھی ہم نہیں کبھی تم نہیں (شکیل بدایونی) میرا سب کچھ ہی میری چاہت تھی، اور تیرے ساتھ سب زمانہ تھا (مبارک عابد) مجبوری۔ لاچاری سکھ۔ ہاں روداد ہماری لکھ (مہندر پرتاب چاند) جانے کدھر سے ہو کے آج موج خیال آئی ہے۔ چوٹ اُدھر لگی ہوئی زخم اِدھر لگا ہوا (جمشید مسرور) بجلیاں آ آ کے گرتی ہیں نشیمن پر ہزار۔ چلچلاتی دُھوپ ہے میلوں تلک سایہ نہیں (منور احمد کنڈے) اگر ہر طرف پیاس ہی پیاس ہے۔ تو پانی کہاں سے گزرتا رہا۔ (جمیل الرحمٰن)

حرص و ہوس کی دَوڑ ہے ایسی لگی ہوئی۔ جو پیچھے آرہے تھے وہ آگے نکل گئے (خواجہ عبدالمومن) مسند پہ جو انصاف کی بٹھلاؤ گے مجھ کو۔ میں پیروی عدلِ جہانگیر کروں گا (مسعود چودھری) مورّخ جب ہمارے عہد کی تاریخ لکھے گا۔ تو خوں اُگلے گا کاغذ پر قلم۔ ہم صبر کرتے ہیں۔ (ارشاد عرشی)

قطعہ۔ چالیہہ ویڈیوز

پُلساں نے قندیل بلوچ دے قتل دیاں
ہولی ہولی خوب ملایاں کڑیاں نیں
مفتی عبدالقوی دے ٹیلی فون وچوں
چالیہہ ویڈیوز غیر اخلاق پھڑیاں نیں

(عبدالکریم قدسی)

گولڈن الفاظ

۱) شرم کی کشش حُسن سے زیادہ ہوتی ہے۔
۲) رونا دل کو روشن کرتا ہے۔
۳) ماں؛ باپ کی خدمت دونوں جہاں میں عظمت ہے۔
۴) اولاد کیلئے جو چیز گھر لاؤ پہلے لڑکی کو دو پھر لڑکے کو۔
۵) دنیا میں سب سے خطرناک غصہ جوانی کا ہے۔
۶) کسی کا دِل نہ دکھاؤ کیونکہ تم دِل رکھتے ہو۔
۷) گفتگو چاندنی ہے اور خاموشی سونا۔
۸) کسی سے ملتے وقت مسکرا دینا صدقہ ہے۔
۹) گناہ سے بچنا سب سے بڑی نیکی ہے۔
۱۰) ہمیشہ سچ بولو تاکہ قسم کھانے کی ضرورت نہ پڑے۔

کشکول

بادشاہ نے ایک درویش سے کہا..''مانگو کیا مانگتے ہو؟'' درویش نے اپنا کشکول آگے بڑھا دیا اور عاجزی سے بولا...حضور! صرف میرا کشکول بھر دیں...'' بادشاہ نے فوراً اپنے گلے کے ہار اُتارے، انگوٹھیاں اتاریں، جیب سے سونے چاندی کے اشرفیاں نکالیں اور درویش کے کشکول میں ڈال دیں لیکن کشکول بڑا تھا اور مال ومتاع کم...لہٰذا اس نے فوراً خزانے کے انچارج کو بلایا...انچارج ہیرے جواہرات کی بوری لے کر حاضر ہوا، بادشاہ نے پوری بوری الٹ دی لیکن جوں جوں جواہرات کشکول میں گرتے گئے کشکول بڑا ہوتا گیا...یہاں تک کہ تمام جوہرات غائب ہو گئے....

بادشاہ کو بے عزتی کا احساس ہوا اس نے خزانے کے منہ کھول دیئے لیکن کشکول بھرنے کا نام نہیں لے رہا تھا...خزانے کے بعد وزراء کی باری آئی۔ اس کے بعد درباریوں اور تجوریوں کی باری آئی، لیکن کشکول خالی کا خالی رہا، ایک ایک کر کے سارا شہر خالی ہو گیا لیکن کشکول خالی...آخر بادشاہ ہار گیا درویش جیت گیا...درویش نے کشکول بادشاہ کے سامنے الٹایا، مسکرایا، سلام کیا اور واپس مڑ گیا۔ بادشاہ درویش کے پیچھے بھاگا اور ہاتھ باندھ کر عرض کیا ...''حضور! مجھے صرف اتنا بتا دیں یہ کشکول کس چیز کا بنا ہوا ہے ہے؟ درویش مسکرایا اور کہا...''اے ناداں! یہ اسحاق ڈار کا کشکول ہے، جسے صرف قبر کی مٹی بھر سکتی ہے۔

***

MORDEN SOLICITORS

Building Your Future Together

We deal in:-

- Property Matters, Residential & Commercial, Conveyancing, Wills and Probate, etc
  Unfair dismissal, Discrimination at work, etc
- Unfair dismissal, Discrimination at work, etc
- Appeals, Asylum, Removals, Judicial reviews, immigration, work permit, HSMP, etc.
- Injury at work or had an accident
- Matrimonial, Adoption, Divorce, etc.

We offer Quality Assistance and services to you for making a difference to ...

Family Matters **Employment** **Immigration**

Personal Injury **Conveyancing**

If you have any of the above problems

Call us

WHY WAIT

just give us a **CALL NOW** and book your

FREE appointment at **020 8646 9691**

Our highly skilled and qualified ADVOCATES/ SOLICITORS & accredited staff will provide you with quality service

All calls are dealt with **Strict Confidentiality**

You can email us at: mail@mordensolicitors.co.uk

Address: 7-7A London Road, Morden, Surrey SM4 5HT

غزلیات

غزل

سمٹتی جائے گی ہر رہگزر آہستہ آہستہ
"چلے تو کٹ ہی جائے گا سفر آہستہ آہستہ
کسی کونپل کو نہ کچلو کسی پتی کو نہ مسلو
ہے سایہ دار بنتا ہر شجر آہستہ آہستہ
کبھی ترکِ تعلق کی نہ دل میں سوچ بھی لانا
ہیں دل آپس میں مل جاتے مگر آہستہ آہستہ
انا کی آندھیاں ان کی ہیں دیواریں ہلا دیتیں
پھر آخر ٹوٹتے جاتے ہیں گھر آہستہ آہستہ
کوئی بستی اُجڑنے کو بس اک ساعت ہی کافی ہے
مگر آباد ہوتے ہیں نگر آہستہ آہستہ
کبھی یکلخت تکمیلِ محبت ہو نہیں سکتی
کیا کرتے ہیں جذبے بھی اثر آہستہ آہستہ
ابھی تو سامنے نظروں کے نظاروں کی دنیا ہے
کسی منظر پہ ٹھہرے گی نظر آہستہ آہستہ
یہ دنیا ہے یہاں ہر کام تدریجاً ہی ہوتا ہے
ہے بنتا ہے آدمی سے بھی بشر آہستہ آہستہ
جمالِ لم یزل کی جس پہ بھی نظرِ کرم ہووے
وہ ہوتا خوب سے ہے خوب تر آہستہ آہستہ
اُڑانیں سارا دن بھرتے رہے جو۔شام ڈھلتے ہی
سمٹتے جا رہے ہیں ان کے پر آہستہ آہستہ
کسی پل رُوح بھی قصر و در آہستہ آہستہ
کبھی یوں بھی ہوا دن بھر ہنسی کی دولتیں بانٹیں
مگر روتے رہے ہیں رات بھر آہستہ آہستہ
کسی اکڑی ہوئی گردن پہ گر شفقت کی مالش ہو
تو خودسر بھی جھکا دیتے ہیں سر آہستہ آہستہ
"چلا جاتا ہوں ہنستا کھیلتا، موجِ حوادث سے"
کہ آ جاتا ہے جینے کا ہنر آہستہ آہستہ
ضمیرِ دل کو گر ہم لوریاں دے کر سلا ڈالیں
ہے مٹ جاتی تمیزِ خیر و شر آہستہ آہستہ
شبِ تیرہ کی تاریکی بجا لیکن ذرا سوچو
نکلتی ہے پھر اس سے ہی سحر آہستہ آہستہ

(ا۔قدوس)

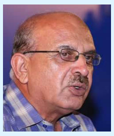

عقیل عباس جعفری

پہلے شہر کو آگ لگائیں نامعلوم افراد
اور پھر امن کے نغمے گائیں نامعلوم افراد
لگتا ہے انسان نہیں ہیں کوئی چھلاوا ہیں
سب دیکھیں پر نظر نہ آئیں نامعلوم افراد
ہم سب ایسے شہر ناپرساں کے باسی ہیں
جس کا نظم ونسق چلائیں نامعلوم افراد
لگتا ہے کہ شہر کا کوئی والی نہ وارث
ہر جانب ہی دھوم مچائیں نامعلوم افراد
پہلے میرے گھر کے اندر مجھ کو قتل کریں
اور پھر میرا سوگ منائیں نامعلوم افراد
ان کا کوئی نام نہ مسلک نہ ہی کوئی نسل
کام سے بس پہچانے جائیں نامعلوم افراد
شہر میں جس جانب بھی جائیں ایک ہی منظر ہے
آگے پیچھے دائیں بائیں نامعلوم افراد

مسعود منور

خزاں کو گلستاں کرنا ہے ہم نے
چمن کو ہم زباں کرنا ہے ہم نے
جسے کہتا ہے غم سارا زمانہ
اسی کو حرزِ جاں کرنا ہے ہم نے
ستاروں پہ کمندیں ڈالنی ہیں
زمیں کو آسماں کرنا ہے ہم نے
اکیلا پن کہاں تک ساتھ دے گا
غموں کو کارواں کرنا ہے ہم نے
نئے انداز میں بھرنی ہے پرواز
ہوا پہ آشیاں کرنا ہے ہم نے
شکستہ کشتی پہ ان بازوؤں کو
ہمیشہ بادباں کرنا ہے ہم نے
جسے اک اشک کہتا ہے زمانہ
اسی کو بیکراں کرنا ہے ہم نے
شکستہ جام کی سب کرچیوں کو
دوبارہ ایک جاں کرنا ہے ہم نے
کڑکتی دھوپ کے صحرا میں مسعودؔ
بدن کو سائباں کرنا ہے ہم نے

جناب امجد مرزا امجدؔ کی
سولہویں تصنیف
"سوزِ حیات"
ڈاکٹر منور احمد کنڈے

لپٹی ہوئی یہ عشق میں ایسی سوغات ہے
شعر و سخن میں رہنما "سوزِ حیات" ہے
حمدِ خدا بھی اس میں ہے مرسلؐ کی نعت بھی
شیطان کی اداؤں کا ذکرِ ممات بھی
مل جل کے ساتھ رہنے کا پرچار اس میں ہے
حکمِ رسولِ پاکؐ کی مہکار اس میں ہے
راہِ سخن میں شمع ہے اخلاص کی دھری
یہ عافیت کی دھرت پہ کھیتی ہری بھری
گفتگو قرطاس پہ وطنِ عزیز کی

لندن میں بیٹھ کر ملے روحوں کو تازگی
اس میں ہے چاند قیس کا لیلیٰ کی رات ہے
اس میں زباں ہے ہیر کی رانجھے کی بات ہے
تصنیف ہے کہ درد میں ڈوبا ہوا ہے گیت
نفرتوں سے دور ہے انصاف سے پریت
کل کی جو فکر آج ہے جس کو لگی ہوئی
سوچوں پہ اس کے کیوں رہے چلمن پڑی ہوئی
چالیس خیانتوں کی بھی سلجھا رہی ہے یہ
پوشاک الفتوں کی بھی پہنا رہی ہے یہ
توحید کا بھی ذکر ہے اس میں جگہ جگہ
امجدؔ کا رنگِ فکر ہے اس میں جگہ جگہ
روحِ نکاتِ امجدی منظوم ہو گئی
"سوزِ حیات" قلب کا مفہوم ہو گئی
امجدؔ کا ہے کلام کہ صوفی کی گفتگو
یعنی ہے ایک آئینہ مشرک کے رُوبرو
فیضانِ نور سے بھرا ہر لفظ ہے کھرا
سب پائیں اس سے فیض منوّر کی ہے دعا

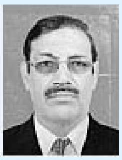

سید توقیر

زخم اُلفت کا سہی دل پہ لگا ہے تو سہی
یہ ہوا کیسے ہوا سو جو ہوا ہے تو سہی
سامنا گردشِ دوراں کا بھی کرنا ہے اسے
پھول کانٹوں میں سرِ شاخ کھلا ہے تو سہی
جانئے اس کے دل و جاں پہ اثر ہو کہ نہ ہو
حالِ دل ہم نے ستم گر سے کہا ہے تو سہی
اک طلاطم سا رگ و پے میں ہے لحہ
نشۂ عشق بہر طور چڑھا ہے تو سہی
ہم نے بھی دیکھا تھا اس شوخ کو یونہی رُک کر
وہ بھی کچھ دیر کو توقیرؔ رُکا ہے تو سہی

(صمد قریشی)

غم کی تصویر اُسے بھی تو بناتی ہوں گی
مدھ بھری یادیں اُسے بھی تو ستاتی ہوں گی
کبھی تنہائی میں اور شام کے سناٹوں میں
وہ حسین باتیں اُسے بھی تو رُلاتی ہوں گی
اُس کی پلکوں کے دیئے بھی تو سُلگتے ہوں گے
بھیگی برساتیں اُسے بھی تو جلاتی ہوں گی
وہ بھی ماضی کے اُجالوں میں بھٹکتا ہوگا
چاندنی راتیں اُسے بھی تو جگاتی ہوں گی
تتلیاں اب بھی اُسی شاخ سے لپٹتی ہوں گی
اس پہ بے تاب سی پریاں بھی تو آتی ہوں گی

ساغر صدیقی

وہ بلائیں تو کیا تماشا ہو
ہم نہ جائیں تو کیا تماشا ہو
یہ کناروں سے کھیلنے والے
ڈوب جائیں تو کیا تماشا ہو
بندہ پرور جو ہم پہ گزری ہے
ہم بتائیں تو کیا تماشا ہو
آج ہم بھی تری وفاؤں پر
مسکرائیں تو کیا تماشا ہو
تیری صورت جو اتفاق سے ہم
بھول جائیں تو کیا تماشا ہو
وقت کی چند ساعتیں ساغرؔ
لوٹ آئیں تو کیا تماشا ہو

زندگی تجھ کو اگر وجد میں لاؤں واپس
چاک پہ کوزہ رکھوں، خاخ بناؤں واپس
دل میں اک غیر مناسب سی تمنا جاگی
تجھ کو ناراض کروں، روز مناؤں واپس
وہ مرا نام نہ لے صرف پکارے تو سہی
کچھ بہانہ تو ملے، دوڑ کے آؤں واپس
وقت کا ہاتھ پکڑنے کی شرارت کر کے
اپنے ماضی کی طرف، بھاگتا جاؤں واپس
یہ زمیں گھومتی رہتی ہے فقط ایک ہی سمت
تو جو کہہ دے، تو اسے آج گھماؤں واپس
تھا ترا حکم، سو جنت سے زمیں پر آیا
ہوگا ختم تماشہ، تو میں جاؤں واپس؟

پروین شاکر

کو بکو پھیل گئی بات شناسائی کی
اس نے خوشبو کی طرح میری پذیرائی کی
کیسے کہہ دوں کہ مجھے چھوڑ دیا ہے اُس نے
بات تو سچ ہے مگر بات ہے رُسوائی کی
وہ کہیں بھی گیا، لوٹا تو میرے پاس آیا
بس یہی بات ہے اچھی میرے ہرجائی کی
تیرا پہلو تیرے دل کی طرح آباد رہے
تجھ پہ گزرے نہ قیامت شبِ تنہائی کی
اس نے جلتی ہوئی پیشانی پہ جب ہاتھ رکھا
روح تک آ گئی تاثیر مسیحائی کی
اب بھی برسات کی راتوں میں بدن ٹوٹتا ہے
جاگ اُٹھیں ہیں عجب خواہشیں انگڑائی کی

قتیل شفائی

منتخب اشعار

وہ دل ہی کیا ترے ملنے کی جو دعا نہ کرے
میں تجھ بھول کے زندہ رہوں خدا نہ کرے
یہ ٹھیک ہے نہیں مرتا کوئی جدائی میں
خدا کسی سے کسی کو مگر جدا نہ کرے
وہ خدا ہے کسی ٹوٹے ہوئے دل میں ہوگا
مسجد میں اُسے ڈھونڈ نہ کلیساؤں میں

ہم کو آپس میں محبت نہیں کرنے دیتے
اِک یہی عیب ہے اس شہر کے خداؤں میں

میں کُھلے در کے کسی گھر کا ہوں ساماں پیارے
تو دبے پاؤں کبھی آ کے چرا لے مجھ کو

اب تو راہ نہ بھولو گے تم اب تو ہم سے آن ملو
دیکھو ہم نے پلک پلک پر سو سو دیپ جلائے ہیں

ترکِ اُلفت کسی قسم بھی کوئی ہوتی ہے قسمت
تو کبھی یاد تو کر بھولنے والے مجھ کو

اب تو راہ نہ بھولو گے تم اب تو ہم سے آن ملو
دیکھو ہم نے پلک پلک پر سو سو دیپ جلائے ہیں

ہائے قتیل اس تنہائی میں کیا سوجھی ہے موسم کو
جس دن سے وہ پاس نہیں اس دن سے بادل چھائے ہیں

خود نمائی تو نہیں شیوہ اربابِ وفا
جن کو جلنا ہو وہ آرام سے جل جاتے ہیں

زندگی اپنی گنہگار محبت ہی سہی
کوئی ایسا ہے جو پہلا اُسے پتھر مارے

رسم اتنا نہ بڑھا اس بُت کافر سے قتیلؔ
مار ڈالیں گے تجھے مل کے یہ مسلماں سارے

پکڑا ہی گیا ہوں تو مجھے دار پہ کھینچو
سچا ہوں مگر اپنی وکالت نہیں کرتا

دنیا میں اس سا منافق نہیں کوئی
جو ظلم تو سہتا ہے بغاوت نہیں کرتا

کیا عشق تھا جو باعثِ رُسوائی بن گیا
یارو تمام شہر تماشائی بن گیا

بن مانگے مل گئے مجھے راتوں کے رت جگے
میں جب سے ایک چاند کا شیدائی بن گیا

یہ معجزہ بھی محبت کبھی دکھائے مجھے
کہ سنگ تجھ پہ گرے اور زخم آئے مجھے

وہ میرا دوست ہے سارے جہاں کو ہے معلوم
دغا کرے وہ کسی سے شرم آئے مجھے

سید معراج جامی

نادیدنی تحریر سے میں خوف زدہ ہوں
ہاں اپنی ہی تقدیر سے میں خوف زدہ ہوں

دیکھا تھا کبھی خواب محبت کا سہانا
اُس خواب کی تعبیر سے میں خوف زدہ ہوں

مجھ کو مرے لفظوں ہی سے وہ مات ہوئی ہے
اب اپنی ہی تحریر سے میں خوف زدہ ہوں

جس مہر کی تنویر سے ہر داغ اُبھر آئے
اُس مہر کی تنویر سے میں خوف زدہ ہوں

جھنکار صدا دیتی ہے پھر سنگ زنوں کو
پھر پاؤں کی زنجیر سے میں خوف زدہ ہوں

حیران ہوا جاتا ہوں آئنہ اُٹھا کر
کیا اپنی ہی تصویر سے میں خوف زدہ ہوں

کیا شہر ملامت سے گزرنا نہیں ہوگا
کیوں اپنی ہی تشہیر سے میں خوف زدہ ہوں

تقدیر کی بندش کوئی بندش نہیں رکھتی
ہاں اپنی ہی تقدیر سے میں خوف زدہ ہوں

جس شہر کی تعمیر ہو تخریب پہ جامیؔ
اس شہر کی تعمیر سے میں خوف زدہ ہوں

وسیم بٹ نیروبی

حکم صادر ہواؤں کا ہوگا
رنگ سہا گھٹاؤں کا ہوگا

بادلوں میں رہیں گے اور یہاں
اک بسیرا دعاؤں کا ہوگا

اس زمیں پر نہ بھاگ پائیں گے
زخم ہوگا تو پاؤں کا ہوگا

کوئی باشندہ گھر نہ لوٹے گا
سامنا جب قضاؤں کا ہوگا

موت کھیلے گی اور جدا اسلوب
زندگی کی اداؤں کا ہوگا

حباب ہاشمی الہ آباد

حریص طعنۂ اغیار رہنا
غریقِ لذتِ آزار رہنا

بہر صورت نہیں خطرے سے خالی
قریب سایۂ دیوار رہنا

ہمارے واسطے کچھ کم نہیں ہے
نگاہوں میں کسی کی خار رہنا

سراپا عجز رہنا ہے سعادت
مگر ایسے میں بھی خوددار رہنا

لچکنا شاخِ گُل کی طرح لیکن
عدو کے سامنے تلوار رہنا

خرد کو خود ہی بغلیں جھانکتی ہیں
جنوں سے بر سرِ پیکار رہنا

حبابؔ اس دور میں آساں نہیں ہے
کسی کا صاحبِ کردار رہنا

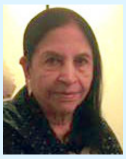

صدیقہ شبنم لندن

کوچہ کوچہ آرزو کے شہر میں چرچا رہا
میرا ذوقِ جستجو بھی کس قدر رُسوا رہا

یاد کی زنجیر میں جکڑے ہوئے تھے اس طرح
بس نظر کے سامنے وہ ایک ہی چہرہ رہا

گو کہ اپنی ذات سے ہے یہ سراپا انجمن
محفلوں میں دل مرا لیکن بہت تنہا رہا

رات کی انجانی طاقت سے ہراساں لوگ تھے
سب کے ذہنوں میں مسلط خوف کا سایہ رہا

ہم خود اپنی ذات سے شبنمؔ نہ کھل کے مل سکے
مصلحت اندیشوں کا درمیاں پردہ رہا

فرخندہ رضوی

بے نور سمندر میں پڑا ہے کیسے
آفاق پہ یہ چاند چھپا ہے کیسے
مجھ کو بھی یہی فکر لگی ہے اب تو
وہ شخص مجھے بھول گیا ہو جیسے
سب لوگ ترقی میں لگے ہیں تو پھر
برباد سبھی شہر ہوا ہے کیسے
ظلمت سے نہیں کوئی تعلق تیرا
دامن پہ ترے داغ لگا ہے کیسے
ہرسمت چراغوں کے اُجالے ہیں پھر
دل میرا سرِ شام بُجھا ہے کیسے
فرخندؔہ خزاں کا ہی اگر ہے موسم
گھر میرا گلابوں سے سجا ہے کیسے

ثاقبؔ زیروی

دنیا کو نہ محبوب نہ مطلوب ہوا ہوں
میں آپؐ کا ہوں آپؐ سے منسوب ہوا ہوں
کل تک مرے سائے سے لرز جاتا تھا سورج
آج اپنے ہی سائے سے مرعوب ہوا ہوں
کل تک مرا دامن تھا فرشتوں کی جبینیں
آج اپنی ہی نگاہوں میں معیوب ہوا ہوں
ہر رنگ میں پہچانتا ہوں اُن کی تجلّی
یوں ہوش میں رہتے ہوئے مجذوب ہوا ہوں
کس شہر میں ہیں ان کے تلطف کی ہوائیں
میں دیدہ حالات کا معتوب ہوا ہوں
توفیق بھی دے،ظرف بھی دے، تابِ نظر بھی
کیوں اپنی تجلّی ہی سے محجوب ہوا ہوں
پھر میرے خیالوں کی مسیحائی کو آجا
میں دارِ خیالات پہ مصلوب ہوا ہوں
ہے عشق مجھے شاہدِ لولاکؐ سے ثاقبؔ
کیوں ظلمتِ ایام کو مرغوب ہوا ہوں

احمد فراز

کسی جانب سے بھی پرچم نہ لہو کا نکلا
اب کہ موسم میں بھی عالم وہی ہُو کا نکلا
دستِ قاتل سے کچھ امید شفا تھی، لیکن
نوکِ خنجر سے بھی کانٹا نہ گلو کا نکلا
عشق الزام لگاتا تھا ہوس پر کیا کیا
یہ منافق بھی ترے وصل کا بھوکا نکلا
جی نہیں چاہتا میخانے کو جائیں، جب سے
شیخ بھی بزم نشیں اہل سبو کا نکلا
دل کو ہم چھوڑ کے دنیا کی طرف آئے تھے
یہ شبستاں بھی اسی غالیہ مُو کا نکلا
ہم عبث سوزن و رشتہ لئے گلیوں میں پھرے
کسی دل میں نہ کوئی کام رفو کا نکلا
یارِ بے فیض سے کیوں ہم کو توقع تھی فرازؔ
جو نہ اپنا نہ ہمارا نہ عدو کا نکلا

عطاء المجیب راشد

رضا تیری ہے جو مولیٰ بتا دے
مجھے اُس راہ پہ خود ہی چلا دے
کمر خم ہے مری بارِ گنہ سے
مرے اِس بوجھ کو تو ہی ہٹا دے
جو بَن پڑتا ہے مجھ سے کر رہا ہوں
مرے تھوڑے کو تُو زیادہ بنا دے
ہوں کب سے منتظر تیری ندا کا
نویدِ مغفرت مولیٰ سنا دے
وہ جن سے پوچھ گچھ ہو گی نہ کوئی
مقدر میرا بھی ایسا بنا دے
ترے لائق نہیں دامن میں کچھ بھی
کوئی قابل گہر، اپنی عطا دے
تھکا ہار مسافر ہے یہ راشدؔ
درِ جنت اسے خود ہی دکھا دے

ادا جعفری

کہتے ہیں کہ اب ہم سے خطا کار بہت ہیں
اک رسمِ وفا تھی سو وفادار بہت ہیں
لہجے کی کھٹک ہو کہ نگاہوں کی صداقت
یوسف کے لئے مصر کے بازار بہت ہیں
کچھ زخم کہ رنگت ِ گل تر کے قریں تھے
کچھ نقش کہ ہیں نقش بہ دیوار بہت ہیں
کیوں اہلِ وفا زحمتِ بیدار نگاہی
جینے کے لئے اور بھی آزار بہت ہیں
ہر جذبہ بے تاب کے احکام ہزاروں
ہر لحہ بے خواب کے اصرار بہت ہیں
پلکوں تک آپہنچے نہ کرنوں کی تمازت
اب تک تو اداؔ آئینہ بردار بہت ہیں

جون ایلیا

تمہاری یاد سے جب ہم گزرنے لگتے ہیں
جو کوئی کام نہ ہو بس وہ کرنے لگتے ہیں
تمہارے آئینہ ذات کے تصور میں
ہم اپنے آئینے آگے سنورنے لگتے ہیں
تمہارے کوچہ جاں بخش کے قلندر بھی
عجیب لوگ ہیں ہر لحہ مرنے لگتے ہیں
ہم اپنے حالتِ بے حالیٰ اذیت میں
نہ جانے کس کو، کسے یاد کرنے لگتے ہیں
بہت اداس ہوں میں غم سدا نہیں رہتا
بہت اداس ہوں میں زخم بھرنے لگتے ہیں
یہاں میں ذکر نہیں کر رہا مکینوں کا
کبھی کبھی در و دیوار مرنے لگتے ہیں

جوادعالم

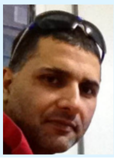

خوف و ہراس اس قدر ہے عام شہر میں
مشکل ہوا ہے کاٹنا اک شام شہر میں
ہر موڑ ہر گلی میں ہوئی موت جلوہ گر
ہونے لگی ہے زندگی ناکام شہر میں
ہے خون رنگ صبح تو نوحہ کناں ہے شام
پھیلا ہوا ہے دور تک کہرام شہر میں
اک وقت تھا کہ شب تھی اُجالوں کی گود میں
زندہ دلانِ شہر کی کوئی خبر نہیں

ناصر کاظمی

دل دھڑکنے کا سبب یاد آیا
وہ تری یاد تھی اب یاد آیا
آج مشکل تھا سنبھلنا اے دوست
تو مصیبت میں عجب یاد آیا
دن گزارا تھا بڑی مشکل میں
پھر ترا وعدہِ شب یاد آیا
تیرا بھولا ہوا پیمانِ وفا
مر رہیں گے اگر اب یاد آیا
حالِ دل ہم بھی سناتے لیکن
جب وہ رُخصت ہوا تب یاد آیا
بیٹھ کر سایہ گل میں ناصرؔ
ہم بہت روئے وہ جب یاد آیا

نورالجمیل نجمی

ہو رہی ہے یہ گفتگو مجھ میں
کیوں پھرتا ہے بے وضو مجھ میں
اک طرف نور اک طرف ظلمت
جنگ جاری ہے چار سو مجھ میں
ایک مجذوب تیری یادوں کا
رقص کرتا ہے کُو بہ کُو مجھ میں
مِیل بہ مِیل دوڑتا جائے
کون ایسا ہے تُند خو مجھ میں
دیکھ کر آنکھ محو حیرت ہوں
کون بھرتا ہے یہ صبو مجھ میں
نیم شب ایک ہٹ دھرم آنسو
ہوئے بیٹھا ہے قبلہ رُو مجھ میں
مثلِ خوشبو ہے سانس میں شامل
اب ٹھکانے لگا ہے تُو مجھ میں
پہلے بس ایک زخم چیخا تھا
ہوگیا شور ہی شروع مجھ میں
ہورہی ہے شکست سے دوچار
جیت جانے کی آرزو مجھ میں
نفس آکاس بیل ہے نجمیؔ
جس سے ہوتی نہیں نمو مجھ میں

ڈاکٹر محمد عقیل اظہر۔امریکہ

میرے مولا یہ کیسی بستی ہے؟
زندگی یہاں کیوں سستی ہے؟
ایسی ہستی کی کوئی ہستی ہے
ہر طرف آگ سی برستی ہے
امن کو انسانیت ترستی ہے
جا بہ جا نفرتوں کے میلے ہیں
چند انساں ہیں جو اکیلے ہیں
میرے آقا میرے محمدؐ نے
صلح پیار کا پیغام دیا
موسیٰ عیسیٰ تو نے کھلایا
کرشن بھگوان نے بھی سمجھایا
پیر ہے زندگی، زندگی ہے پیار
جتنے آئے ہیں پیغمبر اوتار
سب کا پیغام سویرا ہے
ظلمتوں کا یاں بسیرا ہے
آج اتنا تو پوچھ لینے دو
کیا یہ قصور میرا ہے

عدیم ہاشمی

پھر بھی بیٹھی ہے خزاں باغ کی دیوار کے ساتھ
جبکہ پتا بھی نہیں ہے کوئی اشجار کے ساتھ
تم بڑے لوگ ہو سیدھے ہی گزر جاتے ہو
ورنہ کچھ تنگ سی گلیاں بھی ہیں بازار کے ساتھ
مرے اشکوں پہ تجھے اتنا تعجب کیوں ہے
تو نے چشمے نہیں دیکھے کبھی کہسار کے ساتھ
میں نے پہچان لیا دور سے گھر تیرا ہے
پھول لپٹے ہوئے دیکھے جہاں دیوار کے ساتھ
لفظ نشتر کی طرح دل میں اُتر جاتے ہیں
خط محبت سے بھی لکھتا ہے وہ تلوار کے ساتھ

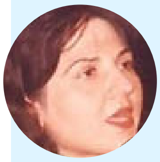

ثمینہ راجہ

رو لیجئے کہ پھر کوئی غمخوار ہو نہ ہو
ان آنسوؤں کا اور خریدار ہو نہ ہو
کچھ روز میں یہ زخم چراغوں سے جل بجھیں
کچھ روز میں یہ گرمئی بازار ہو نہ ہو
عجلت بہت ہے آپ کو جانے کی جایئے
لوٹیں تو پھر یہ عشق کا آزار ہو نہ ہو
سو جائے تھک کے پچھلے پہر چشمِ انتظار
اور کیا خبر کہ بعد میں بیدار ہو نہ ہو
دل کو بہت غرور کشیدہ سری بھی ہے!
پھر سامنے یہ سنگِ درِ یار ہو نہ ہو

یوں تو سیّد بھی ہو، مرزا بھی ہو، افغان بھی ہو
تُم سبھی کچھ ہو، بتاؤ تو مسلمان بھی ہو؟

ساحر لدھیانوی

خودداریوں کے خون کو ارزاں نہ کر سکے
ہم اپنے جوہروں کو نمایاں نہ کر سکے
ہو کر خراب مے ترے غم تو بھلا دیئے
لیکن غمِ حیات کا درماں نہ کر سکے
ٹوٹا طلسم عہدِ محبت کچھ اس طرح
پھر آرزو کی شمع فروزاں نہ کر سکے
کس درجہ دل شکن تھے محبت کے حادثے
ہم زندگی میں پھر کوئی ارماں نہ کر سکے
مایوسیوں نے چھین لئے دل کے ولولے
وہ بھی نشاطِ رُوح کا ساماں نہ کر سکے

قتیل شفائی

کبھی نہ جس کا کوئی اعتبار ہم نے کیا
ستم یہ ہے اسی قاتل سے پیار ہم نے کیا
دِیا تو ہوگا کسی اور کو بھی دل اُس نے
مگر کبھی نہ اُسے شرمسار ہم نے کیا
رُلا دیا اُسے ہم نے بھی جھوٹے وعدے سے
اُسی کے تیر سے اُس کا شکار ہم نے کیا
دِیا جو دل تو لیا درد اس کے بدلے میں
تمام عمر یہی کاروبار ہم نے کیا
قتیلؔ شام کا پہلا ستارا جانتا ہے
کسی کا صبح تک انتظار ہم نے کیا

منیر نیازی

اس شہرِ سنگ دل کو جلا دینا چاہیئے
پھر اس کی خاک کو بھی اڑا دینا چاہیئے
ملتی نہیں پناہ ہمیں جس زمین پر
اک حشر اُس زمین پر اُٹھا دینا چاہیئے
حد سے گزر گئی ہے یہاں رسمِ قاہری
اس دہر کو اب اس کی سزا دینا چاہیئے
اک تیز رعد جیسی صدا ہر مکان میں
لوگوں کو ان کے گھر میں ذرا آنا چاہیئے
گُم ہو چلے ہو تم تو بہت خود میں اے منیرؔ
دنیا کو کچھ تو اپنا پتہ دینا چاہیئے

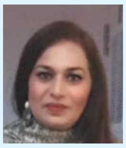

رُخسانہ رخشی

بچا کے رکھ لو میرا غم شگفتگی کی طرح
گزر نہ جائے یہ موسم بھی زندگی کی طرح
جو لوگ شہر کے ماتھے پہ جگمگاتے تھے
بھٹک رہے ہیں سرِ دشت چاندنی کی طرح
اگر تو اپنے دکھوں سے نواز دے مجھ کو
قبول ہے یہ عنایت بھی زندگی کی طرح
کسی سے ٹوٹ کر ملنا تو خیر کیا ہوگا
ہم اپنے آپ سے ملتے ہیں اجنبی کی طرح
ہزار مشعل رُخسار کو اُٹھائے ہوئے
گزر گیا وہ اندھیروں سے روشنی کی طرح
زمانہ ساز نظر کی سلیقگی رخشیؔ
کبھی کسی کی طرح ہے کبھی کسی کی طرح

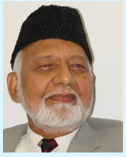

سید ریاست عباس رضوی دہلوی

زندگی سب کی یادوں میں بسر ہوتی ہے
شام سے رات خیالوں میں سحر ہوتی ہے
ملک تقسیم ہوا لوگ بھی تقسیم ہوئے
اپنے بچھڑے تو گزر جانے کدھر ہوتی ہے
چھوٹے بہن بھائی ماں باپ اقارب سارے
اب تو غیروں میں صبح شام ادھر ہوتی ہے
خوش نصیبی کہ مرے ساتھ مرے اپنے ہیں
ورنہ پردیس میں غیروں سی بسر ہوتی ہے!!
بے لباسی پہ ریاست نہیں کوئی قدغن
شیروانی پہ مری سب کی نظر ہوتی ہے

زاہد عظمت

چاہا جسے وہ تھا کہیں انجم کے درمیاں
حائل خلا رہے مرے محرم کے درمیاں
دل کے اُٹھیں شعلے گریں اشک بن کے شبنم
میں جل گیا ہوں شعلہ و شبنم کے درمیاں
ملتا ہے تبسم سے مگر رکھتا ہے کدورت
اُلجھا پڑا ہوں دشمن و ہمدم کے درمیاں
حیراں ہوں تذبذب میں ہوں روؤں کہ یا ہنسوں
پائی حیات فرحت و ماتم کے درمیاں
ایسی لگن درکار ہے صحرائے امکان میں
جیسی لگن تھی تشنۂ و زمزم کے درمیاں
عظمتؔ ہوا ہے اچھا یہی کہ دنیا تو گول ہے
بچھڑا ملے وہ شاید کسی سنگھم کے درمیاں

ڈاکٹر ساحر شیوی

مہکا مہکا گلاب ہے پیارے
سرخ چہرہ کتاب ہے پیارے
وہ ہے ربط و خلوص کا محتاج
آدمی لاجواب ہے پیارے
غور سے پڑھ جمال زیست میرا
یہ مکمل کتاب ہے پیارے
نیک اعمال میں جو کٹ جائے
زندگانی ثواب ہے پیارے
زر سے زندگی بھی خرید سکتے ہیں
شہر میں دستیاب ہے پیارے
گاؤں کو شہر کر دکھاؤں

یہ بھی اک میرا خواب ہے پیارے
سینے پہ بے کسوں کے بندوقیں
یہ کوئی انقلاب ہے پیارے
خوش سمجھتے ہو تم مجھے ساحرؔ
میرا جیون عذاب ہے پیارے

سبینہ سحر

عاشق جب سنوارتی ہے مجھے
زندگی تب نکھارتی ہے مجھے
موت دُلہن بنی ہے میرے لئے
دل کی دھڑکن پکارتی ہے مجھے
غمِ دوراں میں دن تو کٹ جائے
ہجر کی رات مارتی ہے مجھے
حسن کا ہے مجھے غرور بہت
تیری چاہت سہارتی ہے مجھے
موت کے پہلو میں جو زندہ رہوں
زندگی ہی گزارتی ہے مجھے
صرف دیکھوں ہی تجھے چھو نہ سکوں
تیری سنگت یوں مارتی ہے مجھے
روشنی کا غرور ہون میں سحر
شب کی تنہائی ہارتی ہے ہے مجھے

آغا محمد سعید

پھر رنگِ بہاراں میں تقدیر نظر آئی
زنداں جو نظر آیا زنجیر نظر آئی
بکھرے ہیں نشیمن کے تنکے جو گلستاں میں
تخریب کے پردے میں تعمیر نظر آئی
یوں محوِ تماشا ہوں اس حسن پری وَش کا
جس سمت نظر اُٹھی تصویر نظر آئی
جب غور کیا میں نے تخلیق خدائی پر
ہر ذرّہ فطرت میں تفسیر نظر آئی
دن رات حوادث کے رازوں میں سعید ہم کو
خود اپنے خیالوں کی تعبیر نظر آئی

سہیل احمد لون

ہم نے جتنے بھی خواب دیکھے ہیں
تیرے بارے جناب دیکھے ہیں
کھلی آنکھوں میں ہم نے صورتِ اشک
آسماں پر سحاب دیکھے ہیں
پتھروں کی طرح سرِ گلشن
ٹہنی ٹہنی گلاب دیکھے ہیں
ہم نے دیکھے ہیں کرب رستوں کے
ہجرتوں کے عذاب دیکھے ہیں
دریا دریا سہیلؔ دشت ملے
صحرا صحرا چناب دیکھے ہیں

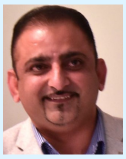

عطاء الحق

دُکھ کے نشتر سہتا ہوں
پھر بھی ہنستا رہتا ہوں
میں جھوٹوں کی دنیا میں
سچی باتیں کہتا ہوں
جب بھی بارش ہوتی ہے
میں پیاسا ہی رہتا ہوں
اندھیاروں کی بستی میں
جگنو بن کر رہتا ہوں
کوئی کہہ دے پیاسوں سے
میں بھی پیاسا رہتا ہوں
حق میں اپنے شعروں میں
دل کی باتیں کہتا ہوں

سلیم شاہجہان پوری

جوشِ جنوں میں بِک جاتے ہیں کیا کچھ دیوانے لوگ
آپ ہماری بات نہ مانیں آپ تو ہیں فرزانے لوگ
حق حق کرتے آجاتے ہیں شہر میں جب مستانے لوگ
چارطرف سے آجاتے ہیں نیزے بھالے تانے لوگ
بستی بستی پھیل گئے ہیں ہر جانب فرزانے لوگ
صحرا میں بھی کوئی نہیں ہے کدھر گئے فرزانے لوگ
کتنی کڑوی لگتی ہے اس دور میں حق کی بات
اپنے بھی تو آجاتے ہیں سینہ و دل برمانے لوگ
حق کی بات نکالو منہ سے پھر دیکھو تیور اُن کے
کتنے انجانے لگتے ہیں یہ جانے پہچانے لوگ

ناصر علی سید پشاور

وہ دیواریں اُگاتا ہے پر دروازے نہیں دیتا
کسی کو اپنے گھر میں بھی تو وہ بسنے نہیں دیتا
دِکھاتا دور سے ہے دودھ کی اور شہد کی نہریں
مگر اُن تک پہنچنے کے کبھی ویزے نہیں دیتا
عجب اِک زعم ہے اُس کو زمینوں پر خدائی کا
مرے بستی میں مجھ کو پھولنے پھلنے نہیں دیتا
مرا رزق کشادہ تنگ کردیتا ہے پل میں
خلاف اپنے ہوا تک کو بھی وہ چلنے نہیں دیتا
کسی کو دوست کہتا ہے تو وہ بھی کانپ جاتا ہے
کہ منزل تو دکھاتا ہے مگر رستے نہیں دیتا
غریبِ شہر کا دُشمن فقیہہ شہر بھی تو ہے
کوئی فتویٰ امیرِ شہر کے ڈر سے نہیں دیتا
اک ایسا خوف اس موت کا طاری ہوا ناصرؔ
کسی کو عالمی گاؤں میں اب جینے نہیں دیتا

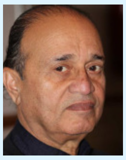

امجد مرزا امجد

میرے قدموں میں بچھا دیتی ہے دامن اپنا
خوشبو خود مجھ کو بنا لیتی ہے دامن اپنا
دشت میں بکھری ہوئی خاک مری سوچتی ہے
کیا دکھائے گی کبھی تیز ہوا فن اپنا
ایک قطرہ بھی نہیں اشکوں کا اب آنکھوں میں
پہلے ایسا کبھی ویران نہ تھا خرمن اپنا
اُس کے آنے کی خبر مجھ کو ستاروں سے ملی
عکس سے جس کے ہر آئینہ ہے روشن اپنا
درد آتا ہے دبے پاؤں بہاروں کی طرح
شام ہوتے ہی مہک اُٹھتا ہے گلشن اپنا
سر ہتھیلی پر لئے ہم بھی تیار امجدؔ
غم نہیں ہم کو اگر وقت ہے دُشمن اپنا

اسحاق عاجز جرمنی

تابشِ عشقِ محمد ملی اُن کے دوارے
اور وہاں ہم نے کئے رحمت باری کے نظارے
ناقص و بے کس و بے علم تھا نادار تھا میں
روشنی پائی فقط مہر عرب کے سہارے
ہیں فقط آج بھی اپنا تو وہی سرمایہ
ہم نے جو لمحات جو قدموں میں گزارے پیارے
آپ کی چاہ میں گرفتار مری روح و بدن
منتظر ہیں کہ ملیں دید کے دوبارہ اشارے
آرزو ہے کہ لپٹ کر تیری خاکِ پا سے
اشک آنکھوں چھپے ہیں جو بہالوں سارے
ہے شب و روز دعا قادرو مطلق سے یہی
پھر وہ راہ میرے لئے بطحا کی سنوارے
حشر کے روز جو کر دیں گے شفاعت آقا
پھر تو عاجز کے بھی ہو جائیں گے وارے نیارے

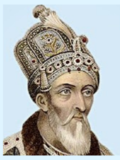

بہادر شاہ ظفر

یا مجھے افسرِ شاہانہ بنایا ہوتا
یا میرا تاج گدایانہ بنایا ہوتا
خاکساری کے لئے گرچہ بنایا تھا مجھے
کاش خاکِ درِ جاناں نہ بنایا ہوتا
نشۂ عشق کا گر ظرف دیا تھا مجھ کو
عمر کا تنگ نہ پیمانہ بنایا ہوتا
اپنا دیوانہ بنایا مجھے ہوتا تو نے
کیوں خرد مند بنایا نہ بنایا ہوتا
تھا جلانا ہی اگر دوری ساقی سے مجھے
تو چراغ درِ میخانہ بنایا ہوتا،
شعلہ حسن چمن میں نہ دکھایا اُس نے
ورنہ بلبل کو بھی پروانہ بنایا ہوتا
روزِ معمورہ دنیا میں خرابی ہے ظفرؔ
ایسی بستی سے تو ویرانہ بنایا ہوتا

نذیر قیصر

میں راکھ ہوتا گیا اور چراغ جلتا رہا
چراغ جلتا رہا آسماں پگھلتا رہا
میں بوند بوند جلا وصل کے کنارے پر
وہ لہر لہر بدن کروٹیں بدلتا رہا
لگی تھی آگ درختوں کے پار دریا میں
میں دیکھتا رہا اور آفتاب ڈھلتا رہا
بس ایک شام سرِ دشت کربلا اُتری
پھر اُس کے بعد گھروں سے علَم نکلتا رہا
گلاب بہتا رہا خواہشوں کے پانی میں
ہوائیں چلتی رہیں اور دیا مچلتا رہا
عجب سفر تھا مرے اس کے درمیاں قیصرؔ
غبار اُڑتا رہا اور ستارا چلتا رہا

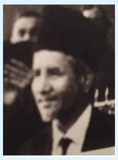

قریشی داؤد احمد ساجد

اک ذرا سی بات پہ رستہ بدل جاتے ہیں لوگ
جانے کیسے ٹھوکریں کھا کر سنبھل جاتے ہیں لوگ
زر کے ہاتھوں بک رہا ہے آج انساں بھی یہاں
گو عدو کے گھر میں ہو دولت بہل جاتے ہیں لوگ
خاک میں عزت ملا لیتے ہیں دولت کے لئے
یوں زمانے کے نئے سانچے میں ڈھل جاتے ہیں لوگ
سوچتا ہوں دیکھ کے بے لوث الفت کا صلہ
چکنے برتن کی طرح کیسے پھسل جاتے ہیں لوگ
اک زماں ہوتا ہے کندھے پہ اُٹھا لیتے ہیں سب
پھر لحد میں رکھ کے خود باہر نکل آتے ہیں لوگ
کیوں کریں کس پر کریں ساجدؔ بھروسہ دہر کا
شفقتوں کے ہاتھ نیچے بھی مسل دیتے ہیں لوگ

مسلم سلیم

محبوب کے نام

یہ جسم کرتا ہے اکثر بہت سوال ترا
رگوں میں دوڑنے لگتا ہے جب خیال ترا
قدم بچا کے رکھوں میں اگر تو کیسے رکھوں
ہر اک سمت تو پھیلا ہوا ہے جال ترا
قریب سے جو بچا کر نظر نکلتے ہیں
ذرا سنبھل، یہی پوچھیں گے حال چال ترا
چلا سفر پہ جو تو اُن کی راہ سے ہٹ کر
تو آج دیکھ لے کیا ہوگیا ہے حال ترا

دُشمن کے نام

عروج ہونے کو بے شک ہے بے مثال ترا
وہ دن بھی سوچ کہ جب آئے گا زوال ترا

دہک اُٹھے گا خود ترا ہی بدن
تباہ کردے گا تجھ کو یہ اشتعال ترا
ابھی تو سیر ستاروں کی کر رہا ہے تو
زمانہ دیکھے اک دن زوال ترا
اُلٹ دے مسلمِ خستہ کے دُشمنوں کے نگر
جمال والے دکھا دے جلال تر

حبیب جالب

اے چاند یہاں نکلا نہ کر
بے نام سے سپنے دکھلا کر
یہاں اُلٹی گنگا بہتی ہے
اس دیس میں اندھے حاکم ہیں
نہ ڈرتے ہیں نہ نادم ہیں
نہ لوگوں کے وہ خادم ہیں
ہے یہاں یہ کاروبار بہت
اس دیس میں گردے بکتے ہیں
کچھ لوگ ہیں عالیشان بہت
اور کچھ کا مقصد روٹی ہے
وہ کہتے ہیں سب اچھا ہے
مغرب کا راج ہی سچا ہے
یہ دیس ہے اندھے لوگوں کا
اے چاند یہاں نکلا نہ کر

ا۔ب۔ناصر

بیمار رو رہے ہیں کہ مسیحا نہیں رہا
انسانیت کا خادمِ اعلیٰ نہیں رہا
ہمدرد دردخون بہہ گیا میری بستی کی خاک پر
دکھیوں کے درد بانٹنے والانہیں رہا
ممکن نہیں ہے بہتے ہوئے اشک تھامنا
اب اختیار دل پہ ہمارا نہیں رہا
پیارے خدا نے چُن لیا تازہ حسین پھول
دنیا میں اب وہ آنکھ کا تارا نہیں رہا
وہ زندہ جاوداں ہے ملائک کی گود میں
کہنا نہیں اُسے وہ زندہ نہیں رہا
کیوں ڈالتے ہو ہاتھ کلیجوں کو ظالمو
کیوں تم کو کوئی خوفِ خدا نہیں رہا
ظالم دلوں پہ لگ گئی ہے مہرِ بے حسی
اب کوئی سننے دیکھنے والا نہیں رہا
پتھر سی ہو گئیں ہیں زبانیں ہر ایک کی
بستی میں کوئی بولنے والا نہیں رہا
اپنا سب احتجاج ہے مولا تیرے حضور
ترے سوا کوئی بھی سہارا نہیں رہا
آئے نہ اور کوئی بھی ایسی خبر کبھی
اب اور درد سہنے کا یارا نہیں رہا

رئیس الدین رئیس

کہیں نہ دھوپ، نہ بارش، ہے سائبان اُداس
نظر جھکائے ہوئے لوگ، آسمان اُداس
شکار کرکے پرندہ، شکاری خوش
لہو کے داغ اُٹھائے ہوئے چٹان اُداس
گھروں میں بھوک سے بچے بڑے فسردہ سب
نگر میں کرفیو نافذ ہر اِک دکان اُداس
یہ سوچ کر میں ادھورے سفر سے لوٹ آیا
کہ ہجر ساعتیں کردیں نہ میری جان اُداس

رضیہ اسمٰعیل برمنگھم

ٹوٹا ہوا خوابوں کا نگر دیکھ رہی ہوں
اب دید کی خواہش نہیں، پر دیکھ رہی ہوں
چھپتی نہیں آنکھوں کی نمی لاکھ چھپائیں
ہر چہرے پہ دیدہ تر دیکھ رہی ہوں
پنچھی ہے قفس ہے، کہیں پرواز کی خواہش
میں پنجرے میں ٹوٹے ہوئے پر دیکھ رہی ہوں
اینٹوں سے گھر بنتے ہیں، گھر پیار وفا سے
بازار میں بکتے ہوئے گھر دیکھ رہی ہوں
نالے میرے جا پہنچے ہیں اب عرشِ بریں پر
میں اپنی دعاؤں کا اثر دیکھ رہی ہوں

حفیظ جونپوری

بیٹھ جاتا ہوں جہاں چھاؤں گھنی ہوتی ہے
ہائے کیا چیز غریب الوطنی ہوتی ہے
نہیں مرتے ہیں تو ایذا نہیں جھیلی جاتی
اور مرتے ہیں تو پیاں شکنی ہوتی ہے
لُٹ گیا وہ ترے کوچے میں رکھا جس نے قدم
اِس طرح کی بھی کہیں راہ زنی ہوتی ہے
مے کشوں کو نہ کبھی فکر کم و بیش ہوئی
ایسے لوگوں کی طبیعت بھی غنی ہوتی ہے
پی لو دو گھونٹ کہ ساقی کی رہے بات حفیظؔ
صاف انکار میں خاطر شکنی ہوتی ہے

ہم کون ہیں؟

حافظ محمد سرور قریشی لندن

دیکھئے عندَ مَلیكٍ مُقتدَر ہم کون ہیں؟
جب ہیں دشمن کے مقابل منکسر ہم کون ہیں؟
در جہاد حق قدم میں مُنقعِر ہم کون ہیں؟
ہیں عدو کے رعب و قوت سے مفر ہم کون ہیں؟
کافرو مسلم کی صورت میں نہیں کوئی امتیاز
پھر تو سب معیارِ حق پر ہوں مُقر ہم کون ہیں؟
حق نے ان کے حق میں کہا تھا صاغرون
آج ان سے ہو گئے ہم اُزدُجر ہم کون ہیں؟
کلتھے مسجودِ ملائک پھر ہوئے خیرالامم
در پہ دشمن کے گئے ہیں اب جو گھر ہم کون ہیں؟
کل تلک تھے محسنین و موجب امن و سکون
آج عالم کے لئے ہیں سب مُضر ہم کون ہیں؟
اپنا انجامِ عمل دیکھا نہیں تو دیکھ پھر
حق سے کہیئے یا الٰہی! انتظر ہم کون ہیں؟
گر چہ ہم مبتلائے ظلمت ظلم و ستم
خود فریبی سے نہیں مانا کہ پھر ہم کون ہیں؟
مومنین ہر گز نہیں کر سکتے اصرارِ گناہ
ہم تو ہر ظلم و ستم پر ہیں مُصر ہم کون ہیں؟
جاہلی اعمال سے ہم ہو گئے ہیں ناتواں
کر دیا یوں حق کو بھی بے مستمر ہم کون ہیں؟
دین حق کی نورِ افشاں سب مٹ گئیں
وہ بھی ہم سا ہو گیا ہے مُنکسر ہم کون ہیں؟
منکرین حق،جہان حق میں ہوں اعلون کل
مومنین ہو جائیں کذاب الاشر ہم کون ہیں؟
کھل رہے ہیں بر عدو حکمت کے اسرازو رموز
ہم پہ اب کھلتا نہیں کوئی بھی سِرّ ہم کون ہیں؟
یہ تصوف کا ہے موہومی کراماتی ثمر
ہو گئے دشمن سے ہم روباہِ حذر ہم کون ہیں؟
کل جہاں میں متحد مرصوص تھے توحید سے
آج کیوں ہیں کَھَشیم المحتظر ہم کون ہیں؟
ہر کوئی عالم میں ہم سے ہو گیا بیزار ہے
کوئی بھی ہم پر نہیں ہے مُفتَخر ہم کون ہیں؟
نعمتِ توحید سے حق نے کیا تھا متحد
کردیا ابلیس نے پھر منتشر ہم کون ہیں؟
جس طرح رسوا تھے ہم حق کو بھی ویسا کر دی
ہو گئی تبلیغِ دین اب عَسر ہم کون ہیں؟
حق سے مومن کو ملی تھی شانِ عالی ذکر میں
پھر یہ ذلت چھاگئی کیوں مُنهمِر ہم کون ہیں؟
نیک و بد اور حق و باطل میں ہے الفت ایک سی
کچھ نہیں اب فرق بین الشر و بر ہم کون ہیں؟
سابقہ اقوام حقہ میں سدا تجدید تھی
ہوگئے اس حق دینی سے کُفر ہم کون ہیں؟
ہمنے پوچھا ہی نہیں ہر گز کبھی قرآن سے
ہوگئے احکامِ حق سے جب مُفر ہم کون ہیں؟
کھو گیا معیارِ حق نفس و ہوای کے عشق میں
رہ گیا ''فقہ'' میں جو کچھ ہے ذکر ہم کون ہیں؟
صدر اول میں ہوا اعلائے حق اخلاق سے
رہ گئے اب بندگانِ زَر کُدر ہم کون ہیں؟
کیوں سبق آموز ہو تے ہی نہیں ہرگز کبھی
کوئی بھی باقی نہیں اک مُدّکر ہم کون ہیں؟
اکثریت ہو گئی ہے تابع نفس و ہوائے
پھر بھی کی جاتی تجدید پھر ہم کون ہیں؟
کیوں نہیں دل میں رہا کچھ نورِ عبرت حافظاؔ!
جل رہے ہیں رات دن جب درسُعر ہم کون ہیں؟

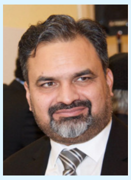

بسم اللہ کلیم ۔اردو کی تعریف

اردو دی تعریف کراں پنجابی وچ تے فیر کی اے
جے کُجھ پتیاں نال نے پُھل گلابی نال تے فیر کی اے
اکو ماں دیاں دھیاں اک وڈی تے اک نکی اے
اک غریب تے دوجھی پلی وچ نوابی وچ تے فیر کی اے
روٹی لے ڈیرے تے ٹیار نوں آنا چاہیدا
آوے بھاویں گُھسے یا گُرگا بی وچ تے فیر کی اے
چن تے سورج اُنجھ تے وکھو وکھ نے وچ اَسماناں دے
سورج دی لو اے نور مہتابی وِچ تے فیر کی اے
کھولے بند کرے پھس جاوے تے چابی بھن دیندے او
پھَس جاوے بھئی تالا کدی جے چابی وچ جے فیر کی اے
زاہد عابد مُلاں قاضی سخت کرخت دِلاں دے نے
ہووے رحم دلی جے کسے شرابی وچ تے فیر کی اے
غصہ نہیں کرنا میرے اگلے مصرے تے جے ہووے
نبیاں والی کوئی صفت صحابی وچ تے فیر کی اے

عبدالجلیل عباد جرمنی

اُسکے در کے فقیر ہیں صاحب۔اس لئے ہی امیر ہیں صاحب
ہم بھی ہر روز بانٹتے ہیں شعر اپنی جاگیر ہیں صاحب
عشق میں مبتلا ہیں ہم صاحب۔گاتے ہر روز ہیر ہیں صاحب
پڑھ لو ہم کو کبھی بھی تم صاحب۔جا بجا ہم تحریر ہیں صاحب
جن کو کرسی کی ہو پڑی صاحب۔ہم نہیں وہ امیر ہیں صاحب
کجکلاہی میں جو پڑے صاحب وہ انا کے اسیر ہیں صاحب
تلخیاں بھر گئیں بہت صاحب۔لہجے اب تو چیر ہیں صاحب
رِستا رہتا ہے خون یہ صاحب کیا کریں دل میں تیر ہیں صاحب
آپ سے پیار ہے بہت صاحب۔آپ تو میرے پیر ہیں صاحب
چار سُو اندھیر ہے صاحب۔روشنی کی لکیر ہیں صاحب
آنکھیں جو خواب دیکھتیں صاحب۔آپ اُن کی تعبیر ہیں صاحب
قافلہ عشق کا جو ہے صاحب۔عبادؔ اس کے اسیر ہیں صاحب

سائرہ بتول

نفرتوں کی دھوپ ہے اور سائباں کوئی نہیں
کارواں گمراہ، میر کارواں کوئی نہیں
کیا کہوں، کس سے کہوں میں عجب مشکل میں ہوں
چاہنے والے ہیں بہت پر رازداں کوئی نہیں
پھول سب کملا گئے کلیا ں بھی سب مرجھا گئیں
ہے خزاں چھائی ہوئی اور باغباں کوئی نہیں
ہے بہت سی روشنی چاروں طرف میرے مگر
تیری آنکھوں کی طرح سے ضوفشاں کوئی نہیں
وقت کی گردش مجھے کس موڑ پہ لائی بتولؔ
لوٹنے والوں نے گھیرا پاسباں کوئی نہیں

رشید قیصرانی

تیرا شہر اور میرا گاؤں

تیرا شہر صنوبر والا پوٹھوہار کا چہرا ہے
میرا کیکر والا گاؤں بھی تھل داماں کا سہرا ہے
تیرے شہر میں رقص کریں گل بوٹے سرد ہواؤں کے
دھوپ دھمال کا منظر کتنا دلکش میرے گاؤں میں
تیرے شہر کے بنگلوں میں ہیں قصے اُجلی کاروں کے
میرے گاؤں کی بیٹھک میں بھی چرچے گھوڑ سواروں کے
تیرے شہر میں گلشن گلشن میلے ماہ جمالوں کے
میرے گاؤں کے ٹیلوں میں بھی نقش کئی دل والوں کے
تیرے شہر کیا کیا باتیں ہیں اُجلا شہر جیالے لوگ
میرے گاؤں کی زینت ہیں کچھ اُچے شملوں والے لوگ
تیرے شہر کے لڑکے بالے نام کمائیں کھیلوں میں
میرے گاؤں کے گبھرو ڈالیں جھمر میلوں ٹھیلوں میں
تیرے شہر کے لالہ و گل بھی مانا من متوالے ہیں
میرے گاؤں کے پھوگ سنوار بھی یار بڑے دل والے ہیں
اپنے شہر سے لال گلابی پھول سجا کے لانا تم
میرے گاؤں میں نیلے پیلے پیلو چننے آنا تم

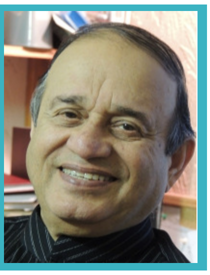

تعارف-امجد مرزا امجد

(منور احمد کنڈے ٹیلفورڈ)

میرے بہت ہی قابل احترام استاد ، بھائی جناب منور احمد کنڈے صاحب نے میرا تعارف نہایت خلوص دل اور پیار سے لکھا تھا جو میری کتاب "برطانیہ کے ادبی مشاہیر" میں شائع ہوا میں اسے اپنے تعارف کے طور پر نقل کر رہا ہوں کیونکہ ڈاکٹر صاحب کی تحریر میرے لئے نہ کہ ایک سند کی حیثیت رکھتی ہے بلکہ ایک بہت بڑا اعزاز ہے۔" لندن کی معروف و مقبول اور ہر دلعزیز ادبی و سماجی شخصیت محترم امجد مرزا امجؔد سے میرا مستقل برادرانہ قلبی ربط پچھلے اٹھارہ برس سے گہرا رُوح میں رَچ بس گیا ہے، مگر ان کے حقیقت نما افسانوں سے میری شناسائی بہت پہلے کی ہے جب وہ لندن کے ایک ماہانہ اُردو اخبار سے منسلک تھے اور وہ اخبار ان کی جادوئی تحریروں کے بغیر نامکمل رہتا تھا۔ان کا افسانہ پڑھتے ہوئے یوں لگتا تھا جیسے وہ زبانِ قلم سے قاری کی اپنی ہی کہانی دُہرا رہے ہوں۔

اس اخبار کے بند ہو جانے کے بعد امجد بھائی نے پنجابی زبان کے اولین ماہنامہ کا اجراء لندن سے کیا تو دنیا جان گئی کہ امجدؔ صاحب کا خمیر پنجاب کی معطر سرزمین سے اُٹھا ہے۔ پھر کیا تھا یورپ کے کونے کونے سے پنجابی ادب کے پروانے ان کی لسانی قندیل پہ نثار ہونے کو تیار کھڑے تھے۔مقامِ فخر ہے کہ خاکسار بھی انہی افراد میں شامل تھا۔ یہ معیاری ماہنامہ "پنجابی سویرا" کئی برس تک بہت کامیابی سے نکلتا رہا۔ قارئین کی یادوں کو "سویرا" آج بھی شبنم کی طرح نمناک رکھے ہوئے ہے۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے برطانیہ کا پہلا مزاحیہ اردو رسالہ "مسکان" بھی جاری کیا جو دو سال تک لوگوں کے چہروں پر مسکراہٹ کے پھول کھلاتا رہا۔سویرا پانچ سال اور مسکان دو سال کے بعد نامساعد حالات سے مجبوراً بند کرنے پڑے لیکن امجدؔ مرزا کے بابِ اُلفت میں داخل ہونے والے بھی ان کے دامِ محبت میں اسیر ہو کر رہ گئے۔امجد صاحب آج کا کام کل پر نہ چھوڑنے والے ذہین و فطین ادیب و سخنور ہیں جن کے قلم میں اللہ نے ساحرانہ قوت اور روانی عطا فرمائی ہے جس کی دوسری مثال ہمیں پاکستان اور بھارت سے باہر اُردو کی بستیوں میں باوجود تلاش کے نہیں ملتی۔خاکسار کے دیکھتے دیکھتے تیرہ برس کی قلیل مدت میں ان کی بارہ تصنیفات کا منظرِ عام پر آ جانا، اور تین چار مزید کتب کو زیرِ اشاعت محفوظ رکھنا کوئی معمولی عمل نہیں ہے۔امجد مرزا امجؔد صاحب کی انشائیوں پر مشتمل کتاب "پھلواری" کی اشاعت سے قبل افسانوں کی تین کتابیں "کانچ کے رشتے"، "سونے کی صلیب" اور "دوریاں" ظہور پذیر ہوئیں۔

بعد ازیں پنجابی زبان میں افسانے اور شاعری کی دو کتب بالترتیب "او کھے پینڈے" اور "یاداں" زیورِ طباعت سے آراستہ ہو کر منتظر قارئین تک پہنچیں۔ بہت ہی عمدہ اور خوبصورت افسانوں پر مشتمل ان کی مزید دو تصنیفات "تنہائیاں" اور "جھوٹے لوگ" اشاعت پذیر ہوئیں تو ان کے انشائیوں کی ایک اور کتاب "دھنک کے رنگ" نے آستانہءگلستانِ ادب میں داخل ہو کر بھرپور داد وصول کی۔

امجدؔ صاحب کو پنجابی اور اردو سخن میں ایک انفرادی حیثیت حاصل ہے کہ ان کی دلکش و عمدہ شاعری سے بھرپور کتاب "ہوائے موسمِ گُل" کے دو ایڈیشن لندن سے شائع ہوئے اور ہاتھوں ہاتھ فروخت بھی ہو گئے۔حال ہی میں ان کے افسانوں کا ایک اور مجموعہ "توبہ" کے زیرِ عنوان چھپ کر "بک سینٹر بریڈ فورڈ" جیسے بڑے کتب خانوں میں پہنچ چکا ہے۔ پھر دوسرا پنجابی مجموعہ "وچھوڑے" آیا اور ان کی دیگر تصنیفات کی طرح برٹش لائبریریوں میں ان کی یہ بارھویں کتاب بھی دستیاب ہے۔

امجد مرزا کی مصروفیات فقط کتابیں تصنیف کرنے تک محدود نہیں ہیں بلکہ ادبی اور سماجی میدان کی شہسواری بھی ان کے روزمرہ فرائض میں شامل ہو چکی ہے۔ان کی "والتھم فاریسٹ پاکستانی کمیونٹی فورم" نام کی تنظیم کے تحت ماہانہ مشاعروں کا اہتمام کیا جاتا ہے جن میں گلہائے سخنوری کی خوشبو نچھاور کرنے کو سینکڑوں افراد شامل ہوتے ہیں۔ انہیں مشاعروں میں ادیبوں دانشوروں اور دیگر مصنّفین کی کتابوں کی بلا معاوضہ رُونمائیاں کی جاتی ہیں۔

امجد صاحب بیسیوں ادبی ٹی وی پروگرامز بطورِ میزبان بہت ہنرمندی کے

ساتھ پیش کر چکے ہیں، مختلف جریدوں اور اخبارات میں بہت کامیاب اور پراثر کالم نویسی کے ساتھ ساتھ سالہا سال تک ادبی صفحات ترتیب دے چکے ہیں۔ بیسیوں کتابوں کی کمپیوٹر کمپوزنگ کر چکے ہیں۔ ان کی نان کمرشل ''سویرا اکیڈیمی'' کی جانب سے متعدد کتب کی اشاعت ہو چکی ہے جن میں خاکسار کی بھی سات کتابیں شامل ہیں۔ اس کے علاوہ ڈی ایم ڈیجیٹل اور تکبیر ٹیلیویژن پر کئی ماہ ہفتہ وار شاعری اور سماجی مسائل پر نہایت کامیاب پروگرام بھی پیش کرتے رہے۔ اب برطانوی اُردو اور پنجابی کے اہلِ قلم کے لئے خوشخبری یہ ہے کہ امجد مرزا امجدؔ صاحب نے چار سال پہلے برطانیہ کے نوے (۹۰) ادبی مشاہیر کے مختصر تعارف اور کلام پر مشتمل ایک ضخیم اور آنے والی نسلوں کے لئے یادگار کتاب ''برطانیہ کے ادبی مشاہیر'' شائع کی تھی جس نے دنیائے ادب میں اپنے آپ کو ایک ادبی تاریخی کتاب تسلیم کروایا، ان دنوں وہ دیگر قلمکاروں کے اصرار پر ''یورپ کے ادبی مشاہیر'' کو لکھ رہے ہیں جس میں ایک سو قلمکار شامل ہوں گے۔ اس کے علاوہ انہوں پہلی بار سات سو خوبصورت لطیفوں کی کتاب بنام ''چند قہقہے'' مرتب کی جو بہت پسند کی گئی کیونکہ اس سے قبل یورپ و برطانیہ میں اس صنف پر کوئی کام نہیں کیا گیا۔ اب ان کی ''قہقہشاں'' نام کی دوسری لطیفوں کی کتب بھی جلد ہی منظر عام پر آجائے گی۔ ''توبہ'' چالیس کہانیوں کا مجموعہ جس نے منٹو ایوارڈ بھی حاصل کیا، اس سال ان کی مزید کتابیں شائع ہوئیں۔ ''یاد ماضی'' دو سو صفحات میں 125 کہانیاں شاید ہی کسی نے لکھی ہوں۔

یہ افسانچے اور افسانے ہیں جو بہت مقبول ہوئی۔ ستمبر 2017 میں ان کا دوسرا اردو مجموعہ کلام ''سوز حیات'' آیا۔ اب ان کی سولہ کتابیں منظر عام پر آکر پذیرائی حاصل کر چکی ہیں۔ اور ''مسکان'' مزاحیہ کہانیاں، چھاواں پنجابی شاعری، پرچھاواں پنجابی افسانے، یورپ کے ادبی مشاہیر اور قہقہشاں (ایک سو بہترین لطیفے) زیر ترتیب ہیں۔ بیس برسوں میں شاید ہی کسی نے اتنا ادبی کام کیا ہو۔ اس کے علاوہ یوٹیوب پر ان کی بنائی ہوئی ایک ہزار چالیس فلمیں جا چکی ہیں جن کی لاکھوں کی تعداد میں وزٹ ہو چکی ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ پاک ان کو صحت تندرستی والے طویل عمر عطا فرمائے تاکہ دیار غیر میں ان کی جلائی ادبی شمع قائم و دائم رہے۔ آمین

***

لکھنؤ کی لطافت پر ایک طنز و مزاحی لطیفہ

لکھنؤ کا ایک جوڑا جب اُمید سے ہوا تو معروف حکیم سے پوچھا کہ ''حضرت ہم اولاد با ادب چاہتے ہیں کوئی دوا کہ فطرتاً بچہ ادب آداب والا پیدا ہو جاوے'' حکیم صاحب نے دوا دی، خاتون نے پابندی سے استعمال کی، پیدائش ہوئی تو نومولود نے باہر آتے ہی کپڑے سے ستر چھپایا اور جھک کر ماں کو کہا ''آداب'' سب خوشی سے جھوم اُٹھے کہ واہ کیا حکمت کیا اولا دہوئی پرانا لکھنؤ زندہ ہے۔ سال بعد دوبارہ اُمید ہوئی تو خاتون نے دوا مقدار سے زیادہ لے لی ''اچھا ہی ہے زیادہ آداب والا آوے'' جب دس سے گیارہواں ماہ ہو چلے اور آمد کی کوئی علامت نہیں تو حکیم صاحب کے ہاں دوڑے۔ نہایت متانت سے معائنہ کیا پھر پیک اُگالدان میں نکالی کچھ دیر سوچتے رہے اور پوچھا دوا کی مقدار کیا تھی؟ بتایا کہ دگنی مقدار استعمال کی ہے تو سر پیٹ کہ کہا کہ ''جناب اس بار جڑواں ہیں اور جھگڑا ہے کہ پہلے آپ... نہیں پہلے آپ''۔

***

لندن میں مقیم ایک پاکستانی، اپنے گورے دوست کیساتھ اُس کے گھر گیا۔ وہ گورا جیسے ہی گھر میں داخل ہوا، اس نے سب سے پہلے اپنی بیوی کو گلے لگایا اور پھر بچوں سے گلے ملا۔ ملاقات سے فارغ ہو کر جب پاکستانی صاحب اپنے گھر کو چلے تو چلتے چلتے یہ خیال آیا اس گورے نے اپنی بیوی کو گلے لگایا، کتنا اچھا کام کیا اس سے محبت بڑھتی ہے۔ مجھے بھی یہ عادت اپنانی چاہیے، چنانچہ جیسے ہی گھر پہنچا، دروازے پہ دستک دی۔ بیوی نے دروازہ کھولا، اس نے فوراً اپنی بیوی کو گلے لگایا، بیوی ایک دم غش کھا کر گرنے ہی لگی تھی اور روتے روتے ہوئے پوچھا، ''صحیح صحیح بتائیں، ابا جی خیریت سے ہیں نا؟''

***

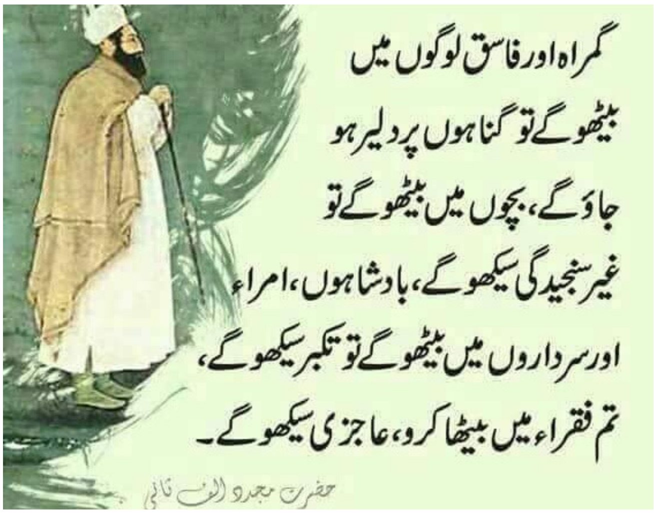

افسانہ

دل نے جسے اپنا کہا

امجد مرزا امجد

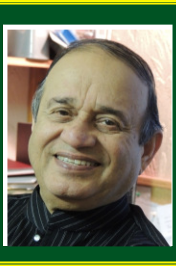

اُس نے اپنا بیگ جس میں اس کے چند کپڑے اور دوسرا ضروری سامان تھا چھوٹے سے کمرے کے ایک کونے میں رکھا۔ایک لمبی سی سوگوار سانس اپنے سینے سے نکالی اور بیٹے کی طرف دیکھا جو ایک طرف کھڑا اپنے ہونٹ چبا رہا تھا۔یہ ہمیشہ پریشانی میں ایسا ہی کرتا ہے۔اس نے سوچا اور اپنے بیٹے کا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے ساتھ بیڈ پر بٹھالیا۔بیٹے کے ہاتھ کو اس نے آہستہ سے سہلایا اور پھر جھک کر چوما اور بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔''حسن!ایک بات پوچھوں؟''جواب کا انتظار کئے بغیر پھر بولا۔''تم شادی کیوں کر رہے ہو۔'' اس کے بیٹے نے ماتھے پہ شکن ڈال کر ناگواری میں کہا۔

''اونہہ۔یہ کیا بات ہوئی۔آپ نے شادی کیوں کی تھی۔اور مجھے کیوں پیدا کیا۔ہیں؟''''ہاں میں یہی چاہتا تھا کہ تم یہی سوال مجھ پر کرو۔تو سنو بیٹے! میں جب تمہاری عمر کا تھا۔تو تم سے بھی حسین،صحت مند ہنستا مسکراتا اور بے حد زندہ دل نوجوان تھا۔بے شمار دوست تھے جن میں اکثریت لڑکیوں کی تھی۔جو میری ہر کمی کو پورا کرنے کے لئے تیار رہتی تھیں۔مگر پھر سوچا۔نہیں یہ بھلا بھی کوئی زندگی ہے۔لہٰذا میں نے ایک بڑی اچھی سی لڑکی سے شادی کر لی۔معلوم ہے مقصد کیا تھا کہ ایک گھر ہو۔بیوی ہو۔بچے ہوں جنہیں میں پالوں اچھی تعلیم دلواؤں انہیں اچھے خیالات دوں اور پھر وہ بڑے ہو کر مجھے ہمدردی اور پیار دیں بڑھاپے کا سہارا بنیں،بیماری میں خدمت کریں،مرنے پر اپنے آنسوؤں کی چھاؤں میں کندھا دے کر گور میں اتاریں اور اس کے بعد کچھ پڑھ کر میری روح کو ثواب کے تحفے بھیجیں۔مگر ایسا نہ ہوا۔

میں نے تمہیں پالنے پوسنے میں کوئی کمی نہ کی تمہیں پڑھایا لکھایا اس قابل کیا کہ آج تم ایک اعلیٰ عہدے پر فائز ہو بلکہ اپنی ساری عمر کی کمائی سے خریدا ہوا فلیٹ تک تمہارے نام کر دیا۔مگر آج جب کہ تمہاری ماں بھی نہ رہی تم نے اپنی ہونے والی بیوی کے کہنے پر مجھے لا کر اس اولڈ ہوم میں داخل کروادیا۔اسی لئے بیٹے میں نے پوچھا ہے کہ اگر اولاد کو اتنی مصیبتوں سے پال پوس کر جوان کرو پھر اپنی عمر بھر کی کمائی بھی ان کے نام کردو اور وہ تمہیں چند دن بھی برداشت نہ کریں اور اُٹھا کر حکومت کے خیراتی گھروں میں جا ڈالیں۔تو پھر تم ہی سوچو۔یہ اتنے برسوں کی محنت،مشقت،اپنی خواہشات کا گلا گھونٹ کر ان کے لئے سوچنا کیا معنی۔یہ شادی،بچے ذمہ داریاں کس لئے۔میں اب سوچتا ہوں کہ میں نے سخت غلطی کی۔اکیلا رہتا جی بھر کر عیش کرتا۔اپنی زندگی کے کینوس پر رنگا رنگ تصویریں بناتا۔اور اکیلا کسی ہسپتال یا خیراتی گھر میں مرجاتا تو قطعاً افسوس نہ ہوتا اب دیکھو نا۔اتنی محنت مشقت کر کے جس اولاد کو پالا پوسا جوان کیا۔وہ مجھے اکیلا چھوڑ کر جا رہا ہے۔لہٰذا۔تم بھی مت کرنا شادی۔کچھ حاصل نہیں کیونکہ تمہاری اولاد تم سے بھی زیادہ ماڈرن اور خود غرض ہوگی۔''یہ کہہ کر وہ دیوار کی طرف منہ کر کے لیٹ گیا۔پھر اس کی آنکھ لگ گئی۔بیٹا اُٹھ کر چلا گیا۔وہ جاگا۔شام کے چھ بج چکے تھے ۔اسے بھوک محسوس ہوئی۔اس نے بیڈ کے ساتھ لگی ہوئی گھنٹی بجائی۔نرس کے ساتھ اولڈ ہوم کی کلرک عورت بھی اندر داخل ہوئی اور بولی۔''مسٹر خان!آپ سو گئے تھے لہٰذا جگانا مناسب نہ سمجھا۔مجھے افسوس ہے کہ ہم آپ کی زیادہ خدمت نہ کر سکے۔ویٹنگ روم میں آپ کا بیٹا کافی دیر سے آپ کا منتظر ہے ۔اس نے کاغذات واپس لے لئے ہیں۔اور وہ آپ کو گھر لے جانا چاہتا ہے ۔''خوشی کے جذبات سے اس کی آنکھیں بھر آئیں۔دل میں خدا کا شکر ادا کیا کہ بات بیٹے کی سمجھ میں آگئی۔گھر جاتے ہی وہ پوچھ بیٹھا کہ اتنی جلدی کیوں ارادہ بدل گیا ہے۔تو بیٹے نے اسے دیکھے بغیر سنجیدگی سے کہا۔

''ابو جی!آپ نے ہمیشہ سچ بولنے کی تلقین کی ہے لہٰذا میں نے سوچا کہ ابھی چند سال شادی نہ کروں آپ کی پینشن سے گھریلو اخراجات پورے کر کے میں اتنی بچت کر سکتا ہوں کہ ہم ایک بڑا مکان خرید سکیں پھر آپ بھی ہمارے ساتھ رہ سکیں گے۔''اس کے منہ سے بے اختیار آہ نکلی،ایک اداس سی مسکراہٹ کے ساتھ اس کی آنکھوں سے دو قطرے ابھر کر پلکوں پر تھرتھرانے لگے۔

***

میرا قیمہ بنا دیجئے

مستنصر حسین تارڑ

میں ٹولنٹن مارکیٹ میں چھوٹے گوشت کی ایک دکان پر کھڑا اپنی باری کا انتظار کر رہا تھا اور کچھ اس قسم کے ''جذباتی'' سوال جواب سن رہا تھا۔ ''نسیم بھائی پہلے میرا قیمہ بنا دیجئے'' ایک خاتون کہہ رہی تھیں۔ ''بہن جی آپ فکر ہی نہ کریں، میں آپ کا ایسا قیمہ بناؤں گا کہ آپ یاد کریں گی ......!'' ''ذرا جلدی کریں نسیم بھائی۔'' ''بس آپ کھڑی رہیں۔ آپ کے کھڑے کھڑے میں آپ کا قیمہ بنا دوں گا۔'' ''قیمہ روکھا بناؤں یا موٹا......'' ''روکھا ٹھیک رہے گا لیکن میں ذرا جلدی میں ہوں۔'' ''بہن جی یہ قریشی صاحب کا قیمہ ہے یہ والا جو میں کوٹ رہا ہوں، اس کے بعد ان شاء اللہ آپ کا قیمہ بنے گا۔'' ''نسیم صاحب ...... مغز چاہیے، مل جائے گا؟'' ایک صاحب دریافت کرتے ہیں۔ ''کیوں نہیں جناب ...... یہ ہمارے لیڈران کرام تھوڑی ہیں، بکرے ہیں۔ ان میں بہت مغز ہے، ابھی دیتا ہوں۔'' ''اور میرے گردوں کا کیا ہوا؟'' ایک آواز آتی ہے۔ ''یہ والے!'' نسیم کا بھائی جو شکل سے ہیرو لگتا ہے چند گردے فضا میں بلند کرتے ہوئے کہتا ہے، ''آپ کے گردے ہیں......ابھی نکالے ہیں، بنا کر دیتا ہوں۔'' ''اور میری ران......'' ''یہ رہی آپ کی ران، بالکل نرم اور تازہ تازہ۔'' ''اور میری سری ......'' ''ابھی توڑتا ہوں ......'' ''ایک صاحب جو آرڈر دے کر جا چکے تھے، واپس آ کر پوچھتے ہیں ''یار ابھی تک میرا گوشت نہیں بنایا......'' ''اوہو آپ یہ بتائیں کہ آپ کی بوٹیاں کیسے کاٹوں! چھوٹی یا بڑی......میں پانچ منٹ میں آپ کا گوشت بناتا ہوں جناب......ہم آپ کا گوشت نہیں کاٹیں گے تو اور کس کا کاٹیں گے......'' بالآخر میری باری آتی ہے اور میں ایک مختصر سا آرڈر دیتا ہوں۔ ''تارڑ صاحب'' نسیم مسکراتے ہوئے کہتا ہے ''اتنا گوشت تو پورے محلے کے لیے کافی ہوگا، کیا کریں گے؟ اتنے گوشت کو دیگ میں پکائیں گے؟'' ''بھائی آپ براہِ کرم جگتیں نہ کریں اور گوشت بنا دیں......اور یہ والی بوٹی تو اچھی نہیں ہے! یہ نہ ڈالنا۔'' ''یہ والی؟''......وہ بوٹی کو اٹھا کر اس کی نمائش کرتا ہے ''یہ والی بوٹی تو بڑی جذباتی بوٹی ہے تارڑ صاحب......'' نسیم اپنے گوشت کے بارے میں ''جذباتی'' کا لفظ بے دریغ استعمال کرتا ہے ...... مثلاً جناب یہ گردہ ملاحظہ کیجیے بالکل جذباتی ہے ...... یہ چانپ جو آپ دیکھ رہے ہیں، جذباتی ہو رہی ہے آہستہ آہستہ، یہ ران تو خیر ہے ہی جذباتی ...... ویسے میرے پاس غیر جذباتی گوشت بھی ہے لیکن آپ کو مزا نہیں آئے گا......وہ سامنے والا بکرا جو لٹک رہا ہے، وہ شہنشاہِ جذبات ہے اور بکری جو ہے، یہ ملکہ جذبات ہے۔ اس کی ٹانگ پیش کروں؟'' گوشت کے بارے میں کالم لکھنا کچھ غیر ادبی سا فعل ہے لیکن کیا کیا جائے، یہ مہنگا ہوتا جا رہا ہے اور اس کے ساتھ ہی لوگوں کی ''مسلمانی'' کم ہوتی جا رہی ہے۔ گوشت اور مسلمان لازم و ملزوم ہیں...... ہمارے گاؤں میں تو یہ بھی کہا جاتا ہے کہ زیادہ گوشت کھانے سے ایمان مضبوط ہو جاتا ہے، لوہے کی طرح...... ظاہر ہے اگر گوشت مہنگا ہوگا تو کم کھایا جائے گا اور اسی حساب سے ''مسلمانی'' کم ہوتی جائے گی۔ میں بھی اسی لیے فکرمند ہوں......گوشت کی قیمتوں میں یک دم اضافہ ہو گیا ہے اور کہیں سے احتجاج کا ایک لفظ سنائی نہیں دیا......سگریٹ مہنگے ہو جائیں تو چھوڑ دو، چائے مہنگی ہو جائے تو کم پیو۔ آٹا مہنگا ہو جائے تو کیک کھا لیں لیکن گوشت تو کم نہیں کھایا جا سکتا...... مجھے چونکہ گوشت کی قیمتوں میں اضافے کی خبر نہ تھی، اس لیے میں نے جیب میں پڑی رقم کے مطابق آرڈر دیا اور پھر بعد میں بل زیادہ بننے پر خوب خوب شرمندہ ہوا......آج گوشت کا بیاں چلتا رہے چنانچہ چھوٹے گوشت کی مارکیٹ سے باہر آ جائیے۔ پنجاب پبلک لائبریری کے سامنے بڑے گوشت کی مارکیٹ ہے...... یہاں بھی علم اور گوشت کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ اس مارکیٹ کے اندر بھی دکاندار تقریباً ایک ہی علاقے اور ایک ہی خاندان سے متعلق ہیں۔ ایک مرتبہ میرے والد صاحب جو انتہائی حساس طبیعت کے مالک تھے، گوشت خریدنے آئے۔ قصاب نے ایک بوٹی اُٹھا کر کہا ''چوہدری صاحب، بالکل بچے کی بوٹی ہے، بھون کے کھائیے، مزا آ جائے گا''۔ وہ دن اور آج کا دن والد صاحب کبھی بڑا گوشت خریدنے نہیں گئے۔ وہاں پر گوشت کے عجیب و غریب شوقین نظر آتے ہیں، ایسے شوقین جو پلاؤ کے لیے الگ گوشت منتخب کرتے ہیں اور کریلے پکانے کے لیے الگ۔ ان میں وہ حضرات بھی شامل ہوتے ہیں جو صرف سری پایوں کی تلاش میں یہاں آتے ہیں۔ گوشت کھانا مسلمان کی اور خاص طور پر پاکستانی مسلمانوں کی فطرتِ ثانیہ ہے۔ وہ خوشی کا اظہار کرنا چاہتے ہیں تو بھنا ہوا گوشت کھائیں گے یا شکرانے کے طور پر ایک دو بکرے حلال کر دیں گے۔

اگر فوتیدگی ہو جائے تو بھی مہمانوں کی تواضع آلو گوشت سے کی جائے گی۔ میرے ماموں اللہ بخشے کہا کرتے تھے کہ بالکل گلا ہوا نرم گوشت کس کام کا جو نوچ نوچ کر کھایا جائے۔ ایک چھوٹا سا قصہ ہے، جس میں گوشت کے بارے میں ہی کچھ بیاں ہے... میں اس وقت تقریباً 15-16 برس کا تھا اور پہلی مرتبہ ولایت جا رہا تھا۔ جہاز میں میرے برابر کی نشست پر ایک مولانا براجمان تھے۔ وہ خاصے معصوم تھے۔ میں نے دریافت کیا کہ کیوں چچا جان آپ کس سلسلے میں انگلستان جا رہے ہیں تو کہنے لگے! بیٹا کافروں کو مسلمان کرنے جا رہا ہوں۔ میں نے پوچھا،

آپ کو انگریزی آتی ہے؟ کہنے لگے نہیں، جس نے مسلمان ہونا ہوگا اسے خود بخود میری زبان سمجھ آجائے گی......اُن دنوں ابھی جیٹ مسافر بردار طیارے اُڑا نہیں کرتے تھے چنانچہ پنکھوں والا جہاز بڑے مزے سے ہواؤں اور بادلوں سے اٹھکیلیاں کرتا منزل کی جانب جاتا تھا۔ ہم کراچی سے چلے اور پھر طہران، قاہرہ، ایتھنز وغیرہ میں رُکتے روم پہنچے۔ رُوم میں دو گھنٹے کا سٹاپ تھا اور ائیر لائن کی طرف سے اعلان کیا گیا کہ مسافر حضرات ہوائی اڈے کے ریستوران میں جا کر اپنی پسند کا کھانا تناول فرمائیں، بل کمپنی کے ذمے ہوگا۔ اس اعلان پر مسافر حضرات بے حد خوش ہوئے۔ میں بھی خوش ہوا اور مولانا تو بے حد خوش ہوئے کیونکہ ہمیں شدید بھوک لگی تھی۔ ریستوران میں بیٹھے تو ایک خوبرُو اطالوی خاتون ہاتھ میں مینو پکڑے ہمارے قریب آگئی......مولانا کھانسے اور ناپسندیدگی کا اظہار کیا، میں چونکہ ابھی بچہ تھا اس لیے مجھے کھانسی بالکل نہ آئی۔ میں نے اپنے لیے ایک عدد روسٹ چکن منگوا لیا اور اپنے ہم راہی سے دریافت کیا:

''مولانا آپ کیا کھائیں گے؟'' انھوں نے منہ بنا کر جواب دیا ''اس گوری گوری لڑکی سے کہو کہ میرے لیے صرف اُبلی ہوئی سبزیاں لے آئے کیونکہ گوشت تو یہاں پر حلال نہیں ہوگا''۔ اب میں نے تو اس معاملے کے بارے میں غور نہیں کیا تھا کہ یہاں گوشت کس قسم کا ہوتا ہے اور مجھے بھوک بھی بہت لگی ہوئی تھی۔ بہر حال میں نے ان کا آرڈر بھی دے دیا۔ آدھے گھنٹے بعد ویٹرس کھانا لے آئی...ایک ٹرالی پر میرا روسٹ مرغ ابھی تک روسٹ ہو رہا تھا۔ اس کی خوشبو پورے ریستوران میں پھیلی تھی۔ مرغ کے گرد انڈے اور آلو کے کتلے اور سلاد وغیرہ بہار دکھا رہے تھے...

یہ سب کچھ میرے آگے رکھ دیا گیا۔ پھر ویٹرس واپس گئی اور ایک چھوٹی سی پلیٹ مولانا کے آگے لا کر رکھ دی۔ اس میں ایک اُبلی ہوئی گاجر اور ایک دو آلو تھے۔ سفری چچا جان نے گاجر کھانے کی کوشش کی لیکن ان کی نظریں میرے روسٹ مرغ پر سے اُٹھائے نہ اُٹھتی تھیں۔ میں مزے سے کھاتا جا رہا تھا اور وہ مجھے دیکھتے جا رہے تھے۔ بالآخر انھوں نے گرج کر کہا ''برخوردار''۔ ''جی جناب'' میں نے گھبرا کر جواب دیا۔ ''یہ ہوٹل والی زنانی کو کہو کہ میرے لیے بھی یہی مرغ لے آئے، یہ شکل سے حلال لگتا ہے''۔ کہنے کا مطلب ہے کہ گوشت کھانے کے شوق میں ہم بعض اوقات اپنی مسلمانی کو بھی خطرے میں ڈال لیتے ہیں۔ لاہور کے ایک بہت ہی معروف ڈاکٹر صاحب اکثر بازار جا کر ایک بکرا خرید لاتے۔ گھر جا کر اسے خود ذبح کرتے، گوشت بناتے خود ہی بھونتے اور پھر اپنے بیٹوں کے ہمراہ ایک ہی نشست میں اسے چٹ کر جاتے۔ موصوف فرمایا کرتے تھے کہ گوشت ہونا چاہیے، چاہے گدھے کا ہی کیوں نہ ہو... میں نے مکان بنایا تو ایک مزدور تقریباً روزانہ شام کو مزدوری کی رقم وصول کرتا، اس کا گوشت خریدتا اور بھون کر کھا جاتا۔ میں خود اگرچہ کھانے پینے کا زیادہ شوقین نہیں لیکن گوشت کھائے ہوئے اگر دو چار دن گزر جائیں تو جمائیاں آنے لگتی ہیں اور اپنے مسلمان ہونے پر شبہ ہونے لگتا ہے...لیکن اب تو قیمت زیادہ ہونے سے ایسا لگ رہا ہے کہ قیمہ بکرے کا نہیں ہمارا اپنا بن رہا ہے ...ہمارے گردے نکالے جا رہے ہیں اور مغز کھایا جا رہا ہے......اور وہ دن دُور نہیں جب ہم گوشت کی دکان پر جا کر قصائی کے آگے لیٹ کر کہیں گے ''براہِ کرم میرا قیمہ بنا دیجیے۔

***

Financial Accountant

We offer a full range of services to meet all our client's needs to include Company Formation, Company Accounts, Corporation Tax, Payroll Management, Self Employed Accounts, Tax Returns, VAT, Construction Industries Services, and Tax Advise

Accountancy Services

Mr. Sohail Akhtar
Mob: 0788 208 3482 – Tel 0208 785 0040
email:info@aaa-accountancy.co.uk
www.aaa-accountancy.co.uk

Study, Visit, Spouse

Contact us from any city / country:-
*if you want to **study** in UK, USA, Canada, Australia, Holland, Poland, Sweden&Germany.
***MBBS** in Europe, Russia & China
*If you want to **visit visa** for any country
*If you want to go on **spouse Visa** to any country including **supper visa for Canada.**

EC Education Concern®

Education Concern ®
Mr. Farrukh Luqman
67-C, Faisal Town, Lahore, Pakistan
Tel +92-42-35177124
+92-302-8411770 (Also on Viber)
+92-331-4482511
farrukh@educationconcern.com
www.educationconcern.com
Skype counseling.educon

Student Can Join our **IELTS / iTEP** classes

افسانہ

کالی چادر

امجد مرزا امجد

وہ عشاء کی نماز پڑھ کر پرانے باغ کے راستے جاتا تھا جو اس کے گھر کا شاٹ کٹ راستہ تھا۔ یہ بڑا باغ کہلاتا تھا جو راجہ رحمت علی خان کی لال حویلی کی پشت پر اس کی پہلی بیوی نے بنوایا تھا مگر اس کی وفات کے بعد دوسری بیوی نے جان بوجھ کر اس سے چشم پوشی کی کہ نام پہلی بیگم کا ہوگا۔ اور جس گھر میں حسد وبخل کے خاردار پودے اُگ پڑیں اس گھر کی اینٹیں بھی لوگ اکھاڑ کر لے جاتے ہیں۔ باغ کی جگہ جنگل نے لے لی جہاں خودرو جھاڑیوں کا قبضہ تھا۔ بڑا سا آہنی گیٹ بھی کوئی ضرورت مند اکھیڑ کر لے گیا۔ کچھ پھلدار درخت اپنی ضد پر کھڑے رہے جن پر پھل پکنے سے پہلے ہی لڑکے پتھروں سے گرا کر ضائع کر دیتے۔ جگہ جگہ لمبی لمبی گھاس نے اپنی چادر تان رکھی تھی جو موسم بہار میں سبز رنگ کی ہوجاتی مگر سردی آتے ہیں سوکھ کر آتے جاتے لوگوں کے قدموں میں اپنی ہڈیاں بکھیر دیتی۔ اس باغ کے درمیان سے کئی راستے بن گئے جس جس نے اپنے گھر کی طرف یا بازار کی طرف جانا ہوتا وہ اپنا مختصر سا راستہ بنا لیتا۔

اس رات سردی بھی عروج پر تھی اور اندھیرا گہرا تھا۔ بابا فضل دین اپنی کالی چادر کو اپنے ٹھٹھرتے ہوئے بدن پر سختی سے لپیٹے ہوئے مسجد سے عشاء کی نماز پڑھ کر گھر جا رہا تھا۔ دوسرے روز اس کی بڑی بیٹی کا رشتہ دیکھنے کچھ لوگ آ رہے تھے اور وہ دعائیں مانگتا ہوا جا رہا تھا کہ اسے ساتھ کی جھاڑیوں میں سے سرسراہٹ سی سنائی دی اور پھر ہائے کی آواز نے اسے چونکا دیا۔ وہ رک کر اس طرف دیکھنے لگا۔ اس نے کانپتی ہوئی آواز میں پوچھا۔ ”کون ہے بھئی۔؟“ ایک بار پھر ہائے اللہ کی آواز آئی جس میں درد کی لرزش تھی۔ آواز نسوانی تھی۔ اس نے چادر کی بکل سے ہاتھ نکالے اور سنبھل کے قدم رکھتے ہوئے جھاڑیوں کی طرف بڑھا، کہ اس کے پاؤں کو ٹھوکر لگی اور وہ گرتے گرتے بچا۔ آنکھیں کچھ اندھیرے سے عادی ہوگئی تھیں اس دوران اسے پھر ہائے کی آواز آئی۔ اس نے غور سے دیکھا تو اسے زمین پر کوئی سایہ سا پڑا لگا جس سے کراہ نکل رہی تھی۔ وہ جھکا اور ڈری ڈری سی آواز میں پوچھا۔ ”تم... تم کون ہو بھئی... کیا ہوا...؟“ ”خدا کے لئے... میری مدد کرو...“ زمین سے گھٹی گھٹی سے آواز آئی۔ اس نے ہاتھوں سے ٹٹولا تو اسے لگا جیسے اس کے ہاتھ گیلے ہوگئے ہیں۔ جو کوئی بھی تھا زخمی تھا... ”کیا ہوا ہے تمہیں بیٹی... یہاں کیوں ایسے پڑی ہو...؟“ اسے اپنے سوال میں کوئی وزن محسوس نہ ہوا مگر... وہ کیا پوچھے... اس نے سوچا... دل بری طرح دھڑک رہا تھا... وہ اس کے پاس بیٹھ گیا۔ ”بابا جی! کچھ بدمعاشوں نے... مجھے... اغوا کیا... اور مجھے...“ اس نے سسکی لی درد سے بولا نہیں جا رہا تھا... ”میں... مر جاؤں گی... سردی ہے... درد ہے... مدد... یا اللہ...“ وہ جیسے رونے لگی تھی۔ اکھڑے ہوئے سانسوں کی شوں شوں کی آواز اندھیرے میں مل کر اسے مزید ڈرا رہی تھی وہ سردی اور خوف کے ملے جلے جذبات سے کانپ رہا تھا۔ اتنے میں سامنے گلی سے کوئی گاڑی گزری اور اس کی ہیڈ لائیٹ سے سارے باغ میں ایک چمک سی ابھری۔ اس نے دیکھا خون میں ڈوبی ہوئی جوان لڑکی نیم برہنہ حالت میں آنکھیں بند کئے لمبے لمبے سانس لے رہی ہے۔ اس نے اپنی چادر اتاری سردی کی لہر نے جیسے اس کی ہڈیوں کو چھو لیا ہو... اس نے کپکپاتے ہاتھوں سے چادر کو اس پر ڈال دیا۔ اس کے چہرے پر سے خون میں گیلے بالوں کو ہٹایا اور آہستہ سے بولا۔ ”بیٹی! معاف کرنا۔ میرے گھر میں تین جوان بیٹیاں کنواری بیٹھی ہیں ہزار دعاؤں کے بعد کل ایک کا رشتہ ہونے کی امید ہے۔ یہاں کے اندھے بہرے قانون سے سخت ڈر لگتا ہے، جوانی میں ایک بار سڑک پر پڑے ایک زخمی کو اٹھا کر ہسپتال لے گیا تھا تو سال بھر عدالت کے چکر کاٹنے پڑے اور شک میں تین دن حوالات میں گزارے۔ یہ تو بہت خطرناک کیس ہے آج رات اللہ کرے تو سردی سے بچ جائے تو صبح یہاں کافی آمدورفت ہوتی ہے کوئی نہ کوئی مدد ضرور مل جائے گی۔“ یہ کہہ کے اس نے اپنی کالی چادر سے اچھی طرح لپیٹ دیا اور تیزی سے اپنے گھر کی طرف چل دیا۔ دوسرے دن کیا ہوا اسے کچھ خبر نہ ہوئی۔ گھر میں مہمان آئے ہوئے تھے۔ جنہوں نے اپنے بیٹے اور بھتیجے کے لئے دو لڑکیاں پسند کر لیں، جہیز کی کوئی شرط نہ تھی اور جلد ہی وہ رخصتی کے خواہشمند تھے۔ وہ دل میں بہت خوش تھا۔۔ اسے یقین تھا کہ یہ سب کل رات کی اس نیکی کے عوض اجر ملا ہے جو اس نے بڑے باغ کی جھاڑیوں میں زخمی لڑکی کو سردی سے بچانے کے لئے اپنی اکلوتی اونی چادر قربان کر کے ایک نیکی کا کام کیا ہے، ایک مظلوم کی جان بچائی ہے۔ وہ خوش تھا کہ وہ اب تک بچا لی گئی ہوگی ۔تیسرے دن مقامی اخبار میں ایک خبر تھی کہ شہر کے ایک اجاڑ باغ کی جھاڑیوں میں ایک جوان لڑکی کی برہنہ لاش ملی ہے جسے بے آبرو کر کے بے دردی سے قتل کر دیا گیا۔ لاش ایک کالے رنگ کی گرم چادر میں لپٹی ہوئی تھی۔ پولیس کو امید ہے اس کالی گرم چادر کی بنیاد پر جلد مجرموں تک پہنچ جائے گی۔

امجد مرزا امجد

(پنجابی افسانہ)

آک دا بوٹا

ملک یار محمد ضلع چکوال دے مشہور گراں بھون دے کول رہن والا تے وڈھیاں زمینداراں وچ گنڑ یا ویندا سی، اللہ نے اہنوں بہتا کجھ دتا و یا پر اک گھاٹا اونہوں اندروں گھن آر کھائی ویندا جے اس دی ایڈھی وڈھی جائیداد دا کوئی وارث نہ جمیا۔ پترے دی لالچ وچ پنج دھیاں سر تے آن کھلیاں اُس نوں ہور کمزور کرن لگیاں تے اُس اک ہور ویاہ کر ماریا، پر لکھی نوں کون ٹالے، پہلے سال نویں ووہٹی نے وی اک کڑی جم دتی تے ملک یار محمد و ہیڑے وچ ڈھہ پیا تے بالکاں آرروں لگ پیا۔ وڈھی ملکانی اٹھ کے وہیڑے وچ ونج ملکے نوں اٹھایا تے کہن لگی۔ ”اوے بھلیا لوکا.. ایہہ دھیاں وی تے اللہ دی دین اہیاں۔۔ تاں ہناں لوکاں دا ذرا سوچ جہیڑے وچارے اک اولادنوں ترسدے مرویندے تے نہ وط دعاواں دا اثر تے نہ تعویزاں دا اثر ہوندا۔ کل انہاں نمانیاں دھیاں نال پنج پتر وی تے وط لبھ سن...“ ”بک بک نہ کراوئے جھلی رنیں... ایہہ دھیاں پرائے گھر دیاں دولتاں نیں کدی پرائے پتر وی اپنے بنے۔ ایہ سپنڑ یاں کل میرے وڈ وڈھیریاں دی ساری جائیداد ونڈ کے لوکاں نیں گھراں نوں گھن ونجسن، تے تینڈا امینڈا تے ساڈھے وڈھ وڈھیریاں داناں نشاں مٹ ویسی ایہہ نہ سوچیا آئی۔

ما نہہ تے ایس اوکھے پینڈے نوں لنگان لئی اک وارث چاہی دا۔ جہڑا بڑھیاں ہوئیاں مینڈ ی کھنڈی بن ونجے۔“ ملک یار محمد دا شملہ کھل کے اس دے گاٹے وچ آن پیا تے اوہ منجھی تے مردیاں وار ڈھہ لمبیاں لمبیاں ساہواں گھنن لگ پیا۔ تے فیر اوہ تربک جا پیا۔ اُوہ زنانی نوں اوپریاں جئیاں نظراں نال تک کے اکھیندا۔ ”اللہ مینوں ماف رکھے مانہہ ایہ گل اپنے رب نال تے کیتی ای نہ... کیڈی بھُل ہوگئی“ تے اُسے سال دونویں جناں زنانی حج تے ٹُر گئے... اوتھے ملکے دی حالت ویکھن جوگی سی اوہ سودائیاں وار کعبے دے چکر لاندا تے ہتھ چک چک دعاں منگدا تے ٹردا ٹردا ڈھہ پیندا تے فیر دیاڑ لنگ جاندی اوہ سجدے توں سر نہ چاندا... اُس اپنے دل نی گل اللہ نوں اینج سنائی جے جد مُڑ آئے تے کجھ ای مہینیاں بعد وڈھی ملکانی اُس دے کناں وچ گوشہ کیتا تے ہولے جئے بولی۔

”ملک جی مینوں پورا بھروسہ اے جے وط اللہ تہاڈیاں دعاواں نوں قبول کر گِدا“ آکھدے نیں اللہ دے گھر دیر اے انھیر نہیں۔ سال بعد ملک ہوراں دے گھر چن جیا پتر جمیا جیدھا ناں اونہاں اللہ دتا رکھیا جے او ہمیش ایہ کہندا آئی جے مانہہ ایہہ پتر اللہ دے گھروں جا ملیا۔ اللہ دتہ کے آیا جے اُس نے اپنیاں چھیاں بھیناں دا لاڈ پیار وی کھس کدا۔ ملک یار محمد نے فیر پرت کے وی دھیاں ول نہ ویکھیا۔ تے ہر ویلے اللہ دتہ دے نخرے ای پورے کریندا ریا۔ حدتوں ودھ پیار وچ پلیا پتر انج دا وگڑیا جے اونہے پورے گراں نوں وخت پادتا۔ ہر روز لوکی گلے شکائیتاں گِھن کے آون لگ پئے تے ملک ہوریں جرمانے بھریندے رہے۔ کدی او کسی بکری نوں گولی مار دیندا تے کدی لنگد یاں کڑیاں دے گھڑے بھنی چھوڑیندا۔ بندوق چلانا کیہ سکھ گیا گراں دے ککڑ ککڑیاں سماہ چھوڑے... لوک گلے کردے تے ملک ہوریں ہس کے کہندے ”اوئے یار ومنڈا اکھنڈا اے... ایہی او عمراہیی اے مستیاں جوگی... وڈھا ہوسی تے آپے ول ہو ویسی...“ پتر جوان ہویا تے پیئو بڈھا تے کمزور ہو بیٹھا... دھیاں اپنے اپنے گھراں جوگیاں ہو گیئاں وڈھی ملکانی پتر دے کم ویکھ ویکھ سڑن لگ پئی تے اک دن سینے وچ ایہہ جیا درد اٹھیا جے ملکانی زویں دی چادر کری ہمیش لئی سوں گئی۔ چھوٹی ملکانی نے کسی گل تے اللہ دتے نوں ٹوکیا تے وگڑے پتر نے پیئو دا لحاظ وی نہ کیتا تے غصے وچ انہوں چنڈ کڈ ماری کجھ دن گھر وچ رولا ریا اوہ وی مربعے دی مالک سی رُس کے اپنے پیئو دے گھر جا بیٹھی۔ اللہ دتا ہن شِکرے وانگوں آزاد ہویا تے وڈھی عیاشی وچ پے گیا۔

اس دا بہوں ویلا یار دوستاں نال یا پنڈی لہور دے ہوٹلاں وچ گذردا تے یا فیر اور کہندا ”میں ذرا سواد بدلن لئی گراں آیا واں“ تے اسے راتیں کسے کمی مزارعے دی یا اگے پچھے گراں دی کوئی کڑی چکی ویندی تے دوہاں تناں دیاڑیاں بعد کسی بنّے ٹیری یا کسّی وچ ادھ موئی پئی ملدی جہیڑے لوک ہمت کر کے ملک یار محمد تک اپڑ دے انہاں دیاں جیباں نوٹاں نال بھر کے گھر گھل دتا ویندا، تے جہیڑے بدنصیب پیئو نوں ملن توں پہلے اللہ دتے یا اس دے بیلیاں ہتھے چڑھ ویندے اونہاں نوں لوک منجھی تے پا کے گھر لے جاندے۔ ظلم جدوں حدتوں ٹپ جائے تے اسمان رون لگ پوندا اے جے ایہہ مرے کولوں ہور نہیں ویکھیا جاندا، تے فیر زویں اپنیاں باہواں کھلارن لگ پوندی اے، اس دا سینہ وی پھٹن لگ پوندا اے تے او کہندی اے جے توں فکر نہ کر

ماںہہ اہنوں اپنے سینے وچ چھپا گھنساں۔ایدھا بھار میںڈے کولوں ویں ہن نہیں چایا ویندا۔

ملک یار محمد دا منشی کرمداد اس دے پرانے نمک حلال تے وفادار ملا زماں وچوں سا تے ساریاں زمیناں دا حساب اس دے ہتھاں وچ سی۔اللہ دتہ دی بک بک منشی نال بہتی ودھن لگی جے منشی اس نوں اس دی مرضی دے مطابق کھلی رقم دین توں انکاری سی تے اس دیاں ایہہ حرکتاں ملک ہوراں تک وی اوای اپڑانوندا سی۔اللہ دتہ نے منشی نوں کئی واری سمجھایا جے اک دن ایہہ سب کجھ میرا ای ہووسی ایس واسطے توں میری گل بُجھ کن تے ماںہہ کھلے پیسے دیا کرنا لے میںڈیاں شکائیتاں لانیاں بند کر دے۔منشی اپنا فرض پورا کریندا رہیا۔تے اک راتیں اس دی نکی کڑی گھر نہ اپڑی۔آنڈ گوانڈ پتہ کرن توں بعد وی جے اوہ نہ ملی تے منشی روندا پٹدا اوڈھے ملک ہوراں کول گیا۔انہوں اللہ دتہ تے شک سی۔" کجھ دن ای ہوگئے اس دے یاراں بیلیاں نے مینوں خبردار کیتا جے توں اپنیاں حرکتاں توں مُڑ ونج نہیں تاں وطسرے تے بانہہ رکھ روسیں...تے اج میری بانہہ چلی گئی تے ایہہ وط ہور کسے دا کم نہیں اے میری جیب سڑ جائے ملک جی! تہاڈے پتر ای نے میری عزت رول دتی اے اج..." منشی روندا ملک دے پیراں تے ٹہہ پیا۔ملک ہوراں نے اپنے کمدیاں ہتھاں نال اس نوں چایا تے ہولے جئے بولے"منشی یارا! ماںہہ تے اللہ دے گھر ونج کے ایہہ پتر رورو کے منگیا تے بڑیاں سدراں سن جے ایہہ میری لج رکھیسی ، پر میرے گھر ایہہ اَک دا بوٹا جم آیا ماںہہ اپنیاں لسیاں دھیاں دا حق ماریا انہاں نال بے انصافیاں کیتیاں تے اونہاں دے حصے دا پیار وی اس نوں چا دتا ایہوای میرا گناہ میرے لئی اللہ دتہ دے روپ وچ میری سزا بن گیا اے...اس دی اک ماں اسے دی وجہ توں مری تے دوجی گھر چھوڑ گئی۔۔

میں ہن تک بھلیا رہیا متاں ایہ کجھ بندہ بن ونجے...پر سپاں نوں دودھ پلان نال کدی سپ وی سجن بنے اوہ نہ وی لڑن تے انہاں دی وِس وی ماڑی ہوندی اے۔پر ایہہ تے اج بہوں ڈاہڈھا لڑیا اے یارا!..." جھٹ کڑھی نوں ٹھاہ ٹھاہ دیاں دو آوازاں گھراں وچ گونجیاں تے ملک ہوریاں دی حویلی دے رُکھاں تے بیٹھے ہوئے پکھیرو رولا پاندے اُڈ گئے...دوجے دیہاڑے وڈھی ملکانی نال دو ہور نویاں قبراں سن...تے کجھ دیہاڑیاں بعد گراں دے لوکاں ویکھیا جے اِک قبر تے اَک دا بوٹا جا جم پیا... ***

امجد مرزا امجد

افسانچے

میری نئی کتاب "یادِ ماضی" سے

لوٹنے کا دکھ!

ٹرین نے وسل دی لوگ دوڑ کے گاڑی پر سوار ہونے لگے۔ٹرین کے دروازے پر ایک نوجوان حسینہ اپنے ساتھی نوجوان سے لپٹی کھڑی تھی۔ٹرین نے جب حرکت کی تو حسینہ کے آنسو چھلک پڑے اور اس نے اپنے ساتھی کو اور زور سے بھینچ لیا۔اس کا ساتھی اپنے آپ کو چھڑانے کی کوشش میں تھا گاڑی کی رفتار تیز ہونے لگی۔نوجوان نے آخری بار اس کو بوسہ دیا اور صبر کی تلقین دے کر چھلانگ مار کر گاڑی سے اتر گیا۔نوجوان حسینہ دور تک اسے ہاتھ ہلاتی رہی اور اپنی آنکھوں سے آنسو صاف کرتی رہی۔جب وہ سوگوار سی اپنی سیٹ جا بیٹھی تو ساتھ بیٹھی ہوئی ایک بزرگ خاتون نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر پیار و شفقت سے اسے تسلی دی۔"بیٹی صبر کرو۔اپنے شوہر سے بچھڑنے کا بڑا دکھ ہو رہا ہے؟۔"نوجوان حسینہ نے بوڑھی عورت کو دیکھا اور سسکی لے کر آہستہ سے کہا۔"نہیں...اس کے پاس لوٹنے کا۔...!!"

رات بھر کی تنہائی

وہ رات کا کھانا کھا کر تیار ہوتا اور باہر چلا جاتا۔پھر رات بھر اپنے آوارہ دوستوں کے ساتھ کلب تماشے اور موج میلے میں گزار کر کہیں صبح واپس گھر آتا۔اس کی یہ روٹین کئی ماہ سے جاری تھی ایک دو بار بیگم سے تلخ کلامی بھی ہوئی مگر بگڑے ہوئے امیر زادے پر کوئی اثر نہ ہوا...ایک دن وہ کھا پی تیار ہو کر جانے لگا تو کوئی چیز بھول گیا۔اپنے بیڈ روم میں وہ اسے تلاش کر رہا تھا کہ اسے اپنی کم سن ملازمہ کی آواز آئی جو کمرے کے طرف آ رہی تھی۔" دیکھئے! کیا آج پھر مجھے ساری رات تنہا آپ کے کمرے میں رہنا پڑے گا ...مجھے اکیلے بہت ڈر لگتا ہے۔"اتنے میں وہ اوٹ سے نکلا اور اسے ڈانٹ کر کہا۔"کیا بات ہے...؟"دروازے میں کھڑی ملازمہ حیران پریشان سی ہو کر بولی۔"جی...میں سمجھی بیگم صاحبہ اندر ہیں...!!"

(انشائیہ)

مزاج اپنا اپنا

امجد مرزا امجد

ہر علاقے میں لوگوں کا اپنا اپنا مزاج ہوتا ہے اور بول چال بات چیت میل ملاپ کے جدا جدا طریقے ہوتے ہیں۔ ہر شہر کا اپنا الگ حسِ مزاح ہوتا ہے اور اسکو پرکھنے کے لئے آسان طریقہ ہے کہ ان میں رہنے والے کسی فرد سے راستہ پوچھیں یا وقت پوچھیں۔ جیسے گجرانوالہ کے لوگ چند باتوں میں اپنا انوکھا مزاج رکھتے ہیں ان کی مزاح کی حس بہت تیز ہے۔ اس شہر کے لوگ کسی برات میں کسی دوسرے شہر جائیں تو وہاں کے ہوٹل یا تو شرمندگی سے بند ہو جاتے ہیں یا پھر دوگنا کھانا پکاتے ہیں کہ خیر مناؤ آج گجرانوالہ کے براتی آئے ہیں۔ جس گھر میں ان کی برات جائے تھوڑی دیر میں وہاں کی دیگیں اور دیگچے خالی ہو کر کھڑکنے لگتے ہیں۔ اور میزبان بے چارے کو کسی قریبی ہوٹل سے کھانا منگوانا پڑتا ہے۔ گجرانوالہ سیالکوٹ اور فیصل آباد کے لوگ لطیفہ بازی اور جگت بازی میں بھی بہت مشہور ہیں۔ عموماً سٹیج کے مزاحیہ ڈراموں میں وہیں کے لوگ کام کرتے ہیں۔ آپ بازار چلتے کسی شریف عمر رسیدہ اور سنجیدہ شکل آدمی سے وقت پوچھیں تو جواب ملے گا۔ ’’کیوں تو گڈی تے چڑھنا اے‘‘۔ (کیوں گاڑی پر سوار ہونا ہے؟) میں نے ایک بار ایک دوکاندار سے وقت پوچھا تو وہ مجھے مسکرا کے کہنے لگا۔ ’’کیوں جی دوائی دا ویلا ہوگیا جے!‘‘ (کیوں آپ کی دوائی کا وقت ہو گیا ہے؟) جہلم میرا بچپن کا شہر ہے وہاں کے لوگ بھی حسِ مزاح رکھتے ہیں۔ میں نے ایک دوکاندار سے پنجابی میں پوچھا۔ ’’چاہ ہے‘‘ (چائے ہے) تو وہ مسکرا کے بولا۔ ’’جی ہے تہانوں ملن دی‘‘ (جی ہے آپ کو ملنے کی) اس نے چاء کو چاہ بنا دیا۔ اور پھر دوسرے گاہکوں کی طرف متوجہ ہو گیا اور میں اسکی بات سے لطف اندوز ہوتا بغیر چائے خریدے گھر آ گیا... لاہور زندہ دل لوگوں کا شہر مشہور ہے۔ یہاں کے لوگ باتوں میں کھانے پینے میں سیاست میں پیار محبت اور لڑائی مار کٹائی غرضیکہ ہر کام میں دوسرے تمام شہروں سے مختلف ہیں۔ سکول کے زمانے میں ایک بار کسی کے ساتھ گیا تو ڈرائیور راستہ بھول گیا۔ سڑک کے کنارے ایک مریل کمزور سا شخص جیسے بانس کے گرد کپڑا لپٹا ہو جو شاید ہوا کے زور پر چل رہا تھا۔ ڈرائیور نے اسے مخاطب کیا۔

’’اے بھائی صاحب‘‘ کوئی جواب نہ ملا۔ ’’ملک صاحب‘‘۔ جواب ندارد۔ ’’اے چوہدری صاحب۔ شیخ جی۔ اے بٹ صاحب‘‘۔ مگر اس نے مڑ کر دیکھنا گوارہ نہ کیا۔ یکدم ڈرائیور کو اپنی غلطی کا احساس ہوا کہ وہ تو پہلوانوں کے شہر میں کسی کو مخاطب کر رہا ہے تو اس نے جوں کہا۔ ’’اے پہلون جی‘‘ تو اس چلتی ہوئی لاش جیسے لاہوری پہلوان نے فوراً گھوم کر جواب دیا۔ ’’کہو بھائی جی کی گل ہیگی اے‘‘ (کہیں بھائی صاحب کیا بات ہے) اور فوراً اپنی باہیں مرغ کے پروں کی طرح پھیلا کر سینہ تان لیا۔ اور پھر اسنے محض ہمیں راستہ ہی نہ سمجھایا بلکہ ساتھ بیٹھ کر وہاں چھوڑ کے بھی آیا۔

ایک بار ہم پشاور ایک دوست کے بیٹے کی شادی پر گئے تو نکاح وغیرہ سے فارغ ہو کر سوچا چلو یہاں کے مشہور قصہ خوانی بازار کی سیر کر لیتے ہیں۔ گھوم پھر کے جب واپس جانے لگے تو محسوس ہوا کہ راستہ بھول گئے ہیں۔ ہمارے پنجابیوں کے دلوں میں پٹھان لوگوں کا ایک الگ تصور قائم ہے۔ بچپن میں اکثر مائیں بچوں کو ڈراتی ہیں کہ اگر کھانا نہ کھایا تو باہر کھڑا پٹھان لے جائے گا۔ ہمارے ہاں بے چارے پٹھانوں کو یا تو ہینگ نسوار بیچنے والا سمجھا جاتا ہے اور یا پھر بچے اٹھانے والا۔ ہر قوم اپنی عادات واطوار سے ہی پہچانی جاتی ہے۔!! تو جب ہم پشاور کے بازار میں گم ہو گئے تو بڑی سوچ بچار کے بعد اور دیکھ بھال کے بعد ایک بزرگ نما پٹھان سے راستہ پوچھا، اس نے ہمیں جو غور سے دیکھا۔ تو اس کی آنکھوں میں شہد کی نہریں پھوٹ پڑیں اور شہادت کی انگلی پھیر کر ہونٹوں میں دبی ہوئی نسوار کو ہموار کیا اور ہندکو میں کہا۔ ’’اوہ چنا توں کیوں گواچا پھردا ایں ساڈے ول آ کے رہو نا اوئے۔ ایمان نال نالیں سارے شہر دی مفت سیر وی کراساں ای تے نالیں۔ ہور وی بہتی عیش کراساں ای۔‘‘ (اے چاند! تم کیوں بھٹکے ہوئے پھرتے ہو ہمارے ہاں رہو نا تو ایمان سے تمہیں مفت میں سارے شہر کی سیر بھی کرائیں گے۔ اور بہت سی عیش بھی کرائیں گے...!)

ہم نے بغیر اس سے پتہ دریافت کئے وہاں سے بھاگنے ہی میں عافیت سمجھی... اسی طرح ایک کام سے گجرات جانے کا اتفاق ہوا تو بس سے اترے ہی تھے آذان کی آواز آئی سوچا اس شہر کے کام کو اللہ کے نام پر اس کے گھر سے شروع کرتے ہیں۔ لہٰذا پہلے نماز کے لئے ایک قریبی مسجد گئے۔ نماز پڑھ کر باہر آئے تو جوتیاں غائب تھیں۔ کچھ دیر وہیں ننگے پاؤں بیٹھ گئے کہ شاید لے جانے والے کو احساس ہو جائے کہ غلط جوتی پہن لی ہے یا پھر گھر جا کر اسے پتہ لگ جائے اور وہ نمازی ہونے کے ناطے کسی کے ننگے پاؤں کا احساس کرکے

واپس آجائے۔مگر جوسنا تھا وہ سچ پایا ہم بھی گجرات جا کر مسجد میں جوتیاں گنوا بیٹھے۔اب جو ننگے پاؤں ایک قریبی جوتیوں کی دوکان پر گئے اور دوکاندار سے جوتی مانگی تو اس نے بڑے حیران ہو کر ہمیں دیکھا اور کہنے لگا۔’’بھائی صاحب ! نئی جوتی خریدنے آئے ہو تو گھر سے کوئی پرانی چپل ہی پہن کر آجاتے ہم نے کون سی وہ چھین لینی تھی۔‘‘اب میں اس کے شہر کی شہرت کا بھرم رکھ گیا ورنہ کہتا۔’’لگتا ہے تمہاری دوکان سے باہر کے ہی لوگ آکر جوتیاں خریدتے ہیں ورنہ مقامی لوگ تو مسجدوں سے ہی جوتیاں اٹھا کر گزارا کرتے ہیں...‘‘یہاں گھومنے کا کوئی پروگرام نہ تھا ورنہ اللہ جانے کپڑے بھی سلامت رہتے...!!

ایک بار کراچی کی سیر کرتے بھی اسی طرح راستہ پوچھ بیٹھے تو مخاطب نے ہمیں پہلے بڑے غور اور چبھتی ہوئی نظروں سے دیکھا، پان کی پیک ہمارے قدموں کے قریب تھوک کے فرمایا’’پھر سے کہو میاں! کہاں جانا ہے...ہم نے تو یہ نام پہلی بار سنا ہے۔ہماری مانو تو کسی ٹیکسی ویکسی کو پکڑ لو وہ چھوڑ آئے گا۔یہ پوچھ تاچھ کا جھنجھٹ اچھا نہیں ہوتا۔۔تم بھی پریشاں ہو گے اور دوسرے کو بھی پریشان کر رہے ہو۔یہاں نئے لگتے ہو۔!!‘‘اب سوچتے ہیں کہ ان سب سے اچھے یہ انگریز لوگ ہیں ایک بار کسی میم سے راستہ پوچھ لیں تو وہ بے چاری گھر تک چھوڑ کر آتی ہے بلکہ کبھی کبھی تو گھر ہی میں ٹک جاتی ہے اور ساری عمر جان چھڑانی مشکل ہوجاتی ہے ایسا راستہ سمجھاتی ہے کہ بندہ باقی سارے راستے بھول جاتا ہے۔ ***

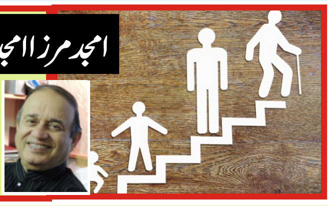

امجد مرزا امجد

انشائیہ:

چکر

زندگی ایک چکر ہے اور انسان ساری زندگی اس چکر سے نہیں نکلتا۔ صدیوں سے والدین کے والدین ایک دوسرے کے گھر چکر لگاتے ہیں اور اپنی زبان کے چکروں میں ایک دوسرے کو ایسے ایسے چکر دیتے ہیں کہ دونوں اطراف ایک دوسرے کے چکر میں آکر چکرانے لگتے ہیں اور پھر اپنے بچوں کا چکر چلا کر ان کے لئے ساری عمر کے ایک چکر کی ابتداء کرتے ہیں۔جسے مہذب معاشرہ شادی کے نام سے پکارتا ہے۔شادی کے امیدوار ایک دوسرے کو ملنے اور دیکھنے پرکھنے کے لئے طرح طرح کی چکر بازی کرتے ہیں۔اور ایک دوسرے کو اپنے چکر میں رکھنے کے لئے کئی چکر چلاتے ہیں۔خاوند اپنی بیوی کو زندگی بھر اپنے چکر میں رکھنے کے لئے اور بیوی اپنے خاوند کو اپنے قابو میں رکھنے کے لئے،اُدھر ایک ساس اپنی بہو کو اپنے قابو میں رکھنے اور دوسری ساس اپنے داماد کو قابو میں رکھنے کے لئے چکر چلاتی ہے۔اگر سال کے بعد کسی نئے چکر کی امید لگ جائے تو سب خوشی سے چکرانے لگتے ہیں۔اگر اسی خوشی کے چکر میں دو تین سال خالی گذر جائیں تو پھر دونوں اطراف سے مولویوں،خانقاہوں اور تعویزوں کے چکر شروع ہوجاتے ہیں۔ان سب چکروں کے بعد جب دلہن کو واقعی صحیح چکر آنے لگیں تو سارے رشتہ داروں میں گلاب جامن یا لڈوؤں کے تھالوں کے چکر شروع ہوجاتے ہیں۔اور پھر ہسپتال اور نرسنگ ہوم کے وہ چکر شروع ہوتے ہیں کہ میاں بیچارہ چکرا کر رہ جاتا ہے۔

پھر اللہ اللہ کر کے ہسپتال کے چکروں کے بعد ایک ننھا سا چکروتی گود میں لئے دلہن اماں بننے کے چکر میں ایک ساس دادی اور دوسری ساس نانی بننے کے چکر میں خوشی سے چکرانے لگتی ہیں۔نیا آنے والا برسوں کی رنجشیں دور کر کے سب کو پیار کے چکر میں ایسا پھنساتا ہے کہ کسی کو کسی چکر کی ہوش نہیں رہتی۔اور پھر زندگی ایک نیا چکر شروع کر دیتی ہے۔چند سالوں میں اسی طرح کے چھ سات ایسے چکر لگتے ہیں کہ گھر چکر خانہ بن جاتا ہے اور میاں بیوی اسی چکروں میں بوڑھے ہونے لگتے ہیں اور نئے آنے والے اپنی زندگی کے نئے چکروں میں مشغول ہوجاتے ہیں۔فطرت اپنا چکر دہراتی ہے اور تاریخ کا پہیہ ایک نیا چکر شروع کر دیتا ہے۔ایک نئے انسان کی قسمت کا چکر...!!ان نئے آنے والوں کے لئے وہی سکول کے چکر،گلی محلوں کے چکر،سینماؤں کے چکر پھر کالج کے چکر کے ساتھ ساتھ عشق معاشقے کے چکر کئی بار بات بڑھ جائے تو لڑائی مار کٹائی کے چکر میں پولیس اسٹیشن کے چکر بھی لگ جاتے ہیں۔پڑھائی کے بعد نوکری کے چکر شروع ہوجاتے ہیں اور جوں ہی نوکری مل جائے ماں باپ اپنے والدین کی تاریخ دہرانے کے چکر میں دوسرے گھروں کے چکر لگانے شروع کر دیتے ہیں اور پھر یہی چکر ہر ربع صدی کے بعد دہرایا جاتا ہے اور ہر چکر پر انسان اپنی اپنی باری آنے پر فطرت کی پٹی آنکھوں پر باندھے کولہو کے بیل کی طرح ایک ہی چکر کے گرد چکر لگاتے لگاتے اس دنیا سے رفو چکر ہوجاتا ہے ...اللہ جانے اس دنیا کے چکروں سے نجات پا کر دوسرے جہاں میں اسکے ساتھ کیا کیا چکر ہونگے کہ آخر دنیا میں اس نے جو دنیا والوں کو چکر دیئے ہوتے ہیں اس کی ادائیگی بھی تو کرنی ہوتی ہے۔ ***

اوریا مقبول جان

اے آر خاں لندن

ایک اور بیوروکریٹ سستی شہرت کے لئے ختم نبوت کا عالم بننے کے لئے مذہب کا لبادہ اوڑھ کر میدان میں آیا ہے۔اس کا نام اوریا مقبول جان ہے۔ جو کہتا ہے کہ ہم پاکستانی اسلام کے ٹھیکیدار ہیں۔اللہ تعالیٰ اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت کو محدود کرنے پہ تُلا ہوا ہے۔یعنی کہ اللہ رب المسلمین ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رحمۃ المسلمین ہیں حالانکہ ایسا نہیں۔اللہ رب العلمین ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رحمۃ العلمین ہیں۔ہم کسی مقبول جان یا کسی ٹھیکیدار کو نہیں مانتے۔ اسلام دین فطرت ہے۔اور ہر کوئی اپنے عقائد کے مطابق اللہ اور اس کے رسول کو مان سکتا ہے۔پہلے یہ علمائے سُو پاکستان کی نفی کرتے تھے اب یہ دین اسلام کی نفی کرتے ہیں۔ان کے سب فیصلے حکمت اور عقل سے خالی ہیں۔ انکے فتاویٰ جہالت کے آئینہ دار ہیں۔کبھی تصویر پر فتویٰ،کبھی لاؤڈ اسپیکر پر، کبھی چھاپے خانے پر، کبھی انگریزی زبان پر،کبھی دیو بندیوں پر کبھی بریلویوں پر، کبھی احمدیوں پر،کبھی شیعوں پر۔کبھی وہابیوں پر۔کوئی بھی مسلمان نہیں رہا۔اوریا مقبول جان ایک راشی بیوروکریٹ مشہور رہا ہے۔ ساری عمر اس نے بلوچستان میں وڈیروں کی کفش برداری میں گزاری ہے۔

اب یہ بننے لگا ہے عالم دین۔سات سو چوہے کھا کر بلی اب حج کو جانے لگی ہے۔نہ یہ عالم ہے اور نہ منصف، نہ معقول آدمی ہے۔جو لوگ اپنے خبثِ باطن میں بدنام ہوں وہ لوگ اس اُمت کے وارث بننے کے دعویٰ دار بن جاتے ہیں۔ان کے علاوہ بہت سے ختم نبوت کے گماشتے بن کر خدائی فوجدار بن کر اپنی تجوریاں بھرتے ہیں۔بڑی ڈھٹائی سے جماعت کے معصوم افراد پر توہین رسالت کے مقدمات بنا کر اچھا بھتہ وصول کرتے ہیں۔ سستی شہرت حاصل کرنے والوں میں سے ایک یہ بھی صاحب ہیں۔جماعت احمدیہ کے سینکڑوں افراد کو یہ قتل کرا چکے ہیں۔جماعت احمدیہ ختم نبوت پر یقین رکھتی ہے۔اور یہ لوگ ختم نبوت کے منکرین ہیں جو کہتے نہیں تھکتے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول جلد ہونے کو ہے۔یہ بنی اسرائیلی نبی کو مسلمانوں پر مسلط کرتے ہیں۔ختم نبوت کے دشمن ہیں۔یہ علمائے سُو اپنی حرکات وسکنات ،کردار سے پہچانے جاسکتے ہیں۔عشر وزکوۃ کھانے والے،مزاروں کی آمد آپس میں بانٹنے والے، دم درود، تعویز گنڈہ قرآن کی آیات فروخت کرنے والے یہ لوگ سادہ لوح اُمت کو ورغلا رہے ہیں۔قیام پاکستان کے وقت بھی یہی کردار آزاد، مدنی، بخاری، مودودی، خاکسار، سرخپوش کے روپ میں دشمن پاکستان بن گئے تھے۔ان ہی کی وجہ سے حیدرآباد، جونا گڑھ اور کشمیر کی ریاستیں ملک پاکستان کو نہ مل سکیں۔اب بھی یہ لوگ اُن ہی کی نسل سے پاک وطن کو کمزور کرنے کے چکر میں ہیں۔

یہ درباری اور سازشی عناصر ہیں۔ اوریا مقبول جان کہتا ہے کہ ہم اسلام کے ٹھیکیدار ہیں، جماعت اسلامی، دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث، سبز پگڑی والے ملاں، جمیعت علمائے پاکستان، طالبان، ان فرقوں کی ایک طویل فہرست ہے۔جو آپس میں اختلافات کے باوجود ایک دوسرے کے خلاف کفر کے فتاویٰ دیتے ہیں۔اور ایک دوسرے کے پیچھے نماز بھی نہیں پڑھتے۔اور ایک سے ایک بڑھ کر اسلام کے مالک اور وارث بنتے ہیں جبکہ ان سب کا کردار اور عمل ناقابل بیان ہے۔سب علمائے سُو بدنام زمانہ مخلوق گردانی جاتی ہے۔جب انتخابات میں کھڑے ہوتے ہیں تو ۱۹۷۰ء کی طرح ضمانتیں ضبط ہوجاتی ہیں۔ان بدکرداروں نے ہمیشہ چور دروازے سے اقتدار کا حصہ بننے کی کوشش کی ہے۔کبھی یحییٰ خان کو، کبھی ضیاع الحق کو، کبھی نواز شریف کو امیر المومنین بنانے کی ناکام کوششیں کی ہیں۔کبھی طالبان کے حق میں فتاویٰ دے کر،کبھی احمدیوں پر جھوٹے الزامات لگا کر حکومت کے درباری بن کر یزیدی قوتوں کے ساتھ گٹھ جوڑ کیا ہے۔اب کہتے ہیں کہ احمدیوں کو اپنے آپ کو مسلمان نہیں کہنا چاہیئے۔

یہ بتائیں کہ تم اسلام کے ٹھیکیدار کب سے بنے ہو۔اسلام کا ٹھیکیدار تو سعودیہ ہے۔جو تمہارا رازق اور ناخدا ٹھہرا۔جس کے تلوے چاٹتے تمہاری عمر گزر گئی۔اوریا مقبول جان کہتا ہے کہ ہم نے اسلام patent کروایا ہوا ہے۔اس کو ہم بتاتے ہیں کہ اسلام حضرت ابراہیم کا مذہب تھا۔عید الضحیٰ اور حج پر قربانی بھی انہوں نے شروع کی، حج بھی جبھی سے شروع ہے۔اگر یہودی کہیں کہ وہ تو ہمارا نبی تھا تو تم نے اسلام کب سے Patent کروایا ہے۔تم لوگ

بنی اسرائیل کی پیروی کرتے ہو جبکہ یہ اُن کا دین ہے۔ کبھی تم اسلامی ناموں کی بات کرتے ہو۔ کہ احمدی اسلامی نام نہ رکھیں جبکہ سب نام اسلام سے قبل کے ہیں۔ نبیوں کے نام جو ایک لاکھ چوبیس ہزار ہیں وہ تمہارے باپ نے رکھے تھے۔ تمہارا اسلام تو مکہ سے نہیں دیوبند سے شروع ہوتا ہے۔ جس کے مدرسے کی بنیاد ایک انگریز عیسائی نے 1864ء میں رکھی تھی۔ اور یا صاحب اپنی کھال میں رہنا چاہیئے۔ تمہارا تو خون بھی بیوروکریسی کا ہے۔ بلوچستان میں ہمیں معلوم ہے آپ نے سول سروس میں کتنا حرام کھایا ہے۔ اب لگے ہو اپنے گناہ بخشوانے۔ چلو زیادہ آپ کی حرکتوں سے پردہ نہیں اُٹھاتے۔ اب نواز شریف نے منہ نہیں لگایا تو اینکرز کو رشوت دے کر ٹاک شو کرتے ہو۔ تم سے قبل بھی بلکہ بہت ہی قد آور ہستیاں احمدیت کی مخالفت میں اس جہانِ فانی سے گزر گئیں۔ احمدیت پہلے سے زندہ تر ہے۔ باعزت ہے۔ دو صد دس ممالک میں اس کو پروٹوکول ملتا ہے

۔ پاکستان کے علاوہ وہ ہر جگہ مسلمان جانی اور پہچانی جاتی ہے۔ پاکستانی علمائے سُو نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ اب تک کسی مسلم ملک نے بھی غیر مسلم قرار نہیں دیا۔ یہ ہے تمہارا مسلم بھائی چارہ۔ اقلیتی فرقے پر (ناجائز خلاف قرآن) کرپٹ ترین ممبران اسمبلی سے فیصلے کروا کر لوگوں کا ایمان نہیں بدلا جا سکتا۔ ابو جاہل نے، آذر نے، شداد نے، پیلاطوس نے، یزید نے بھی اسی طرح کیا تھا۔ اور ان کا انجام بھی ان مرُدودوں جیسا ہوا ہے جن کو (بھٹو، ضیاع الحق) تم جاہل اور سادہ لوگ امیر المومنین مردِ مومن کہتے تھے۔ اسلام کا کوئی ٹھیکیدار نہیں۔ جو کلمہ گو ہے وہ مسلمان ہے اور اس کا حساب اس کے اللہ نے لینا ہے۔ آپ کی کرپٹ پارلیمنٹ نے نہیں۔ باعمل مسلمان سے قبل ایک انسان بنو۔ احمدیوں کو تمہارے فتاویٰ کی کوئی پرواہ ہے اور نہ رہی ہے۔ وہ سب اللہ کے فضل سے مسلمان ہیں پانچ ارکان پر عامل ہیں اور ختم نبوت پر اُنکا سو فیصد ایمان ہے۔ تمہاری کرپٹ پارلیمنٹ تو نااہل کو اہل قرار دے دیتی ہے۔ عدلیہ کے خلاف آپ کا وزیر اعظم اور ممبران پارلیمنٹ بولتے ہیں یہ ہے تمہاری اوقات اور فیصلے۔ ***

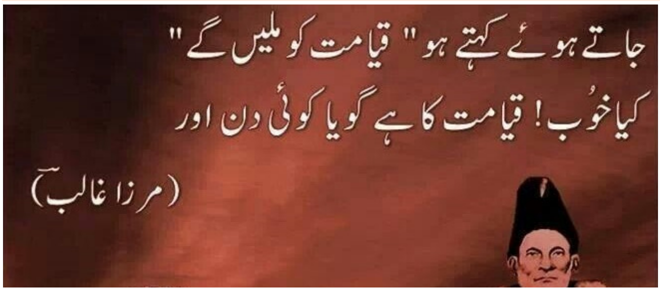

سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کی ایک نظم

ڈاکٹر سر محمد اقبال کی نظم

نشانِ حقیقت کی آرزو کے جواب میں

مجھے دیکھ طالبِ منتظر مجھے دیکھ شکلِ مجاز میں
جو خلوص دل کی رمق بھی ہے ترے ادعائے نیاز میں
ترے دل میں مرا ظہور ہے ترا سر ہی خود سر طور ہے
تری آنکھ میں مرا نور ہے مجھے کون کہتا ہے دور ہے
مجھے دیکھتا جو نہیں ہے تو یہ تری نظر کا قصور ہے
مجھے دیکھ طالبِ منتظر مجھے دیکھ شکل مجاز میں
کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں تری جبینِ نیاز میں
مجھے دیکھ رفعتِ کوہ میں مجھے دیکھ پستی کاہ میں
مجھے دیکھ عجز فقیر میں مجھے دیکھ شوکتِ شاہ میں
نہ دکھائی دوں تو یہ فکر کر کہیں فرق ہو نہ نگاہ میں
مجھے دیکھ طالبِ منتظر مجھے دیکھ شکل مجاز میں
کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں تری جبینِ نیاز میں
مجھے ڈھونڈ دل کی تڑپ میں تو مجھے دیکھ روئے نگار میں
کبھی بلبلوں کی صدا میں سن کبھی دیکھ گل کے نکھار میں
میری ایک شان خزاں میں ہے میری ایک شان بہار میں
مجھے دیکھ طالبِ منتظر مجھے دیکھ شکل مجاز میں
کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں تری جبینِ نیاز میں
میرا نور شکلِ ہلال میں مرا حسن بدرِ کمال میں
کبھی دیکھ طرز جمال میں کبھی دیکھ شانِ جلال میں
رگِ جاں سے ہوں میں قریب تر ترا دل ہے کس کے خیال میں
مجھے دیکھ طالبِ منتظر مجھے دیکھ شکل مجاز میں
کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں تری جبینِ نیاز میں

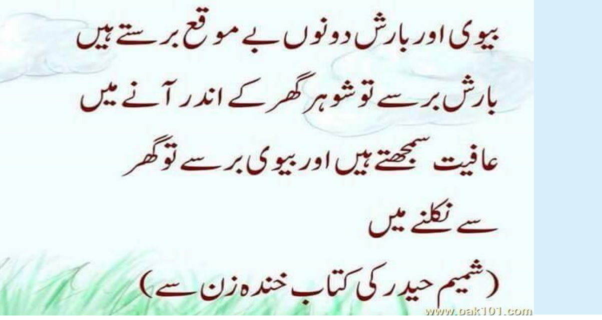

کیپٹن صفدر اور فلسفہ جہاد

اے آر راجپوت

10/ اکتوبر کو جو کیپٹن صفدر نے ہرزہ سرائی کی ہے ۔ اور وہ بھی قومی اسمبلی کے فلور پر۔ایک جاہل کا طرزِ تخاطب تھا۔اوراس کے پس پردہ شکست خوردہ عناصر کی منصوبہ بندی تھی ۔عدلیہ پر جو غصہ تھا اُس کو کسی اور طرف وہ پھیرنا چاہتا تھا۔ممبران پارلیمنٹ کی مغز بیداری کی بھی پہچان ہوگئی۔گدھے اورانسان کا فرق بھی معلوم ہوگیا۔کوئی ایک دھیلے کا بھی شخص ہو۔اگر اُس نے عالم بننا ہو یا مشہور ہونا ہو تو وہ احمدیوں کے نام پر یا مرزا صاحب کو گالیاں بک کر، یا ختم نبوت کا مسئلہ بیان کر کے اپنا قد بڑھاتا ہے۔ہم نے کئی شورش، احراری، مودودی، مدنی اسی ایک مسئلے پر پروان چڑھتے دیکھے اور پھر اپنی جہالت کی وجہ سے ذلیل ہوتے بھی دیکھے۔کیپٹن صفدر کو یہ معلوم نہیں کہ ائیر مارشل ظفر چوہدری کو ظفراللہ بول رہا ہے۔احمدیوں کو جہاد کے منکر کہہ رہا ہے ۔مگر احمدی نہ جہاد کے اور نہ دفاع وطن کے منکر ہیں۔جنرل اختر ملک اور جنرل افتخار جنجوعہ شہید، جنرل عبدالعلی ملک ، جنرل نذیر احمد، جنرل ناصر احمد، ائیر مارشل ظفر چوہدری، اور بھی احمدی بہت سے جنرل کرنل اور بریگیڈیئر ہیں ۔جن کو دفاع وطن پر تمغہ جات مل چکے ہیں، پہلے بھی اور اب بھی ساری حکومت اُن کی خدمات کو سراہ رہی ہے ۔اب بھی ان کے بیانات سے ظاہر ہے۔احمدی جو جہاد کے منکر بھی نہیں ۔اس کیپٹن صفدر کے بیان کے مطابق جو جہاد کے قائل تھے ۔جنرل یحییٰ خان وہ ۱۹۷۱ کی جنگ میں جنرل رانی کے ساتھ جہاد میں مصروف رہے ۔اورسرکاری طور پر مسلمان اور جہاد کے قائل جنرل اے کے نیازی وقت سے پہلے ہی ہتھیار ڈالنے والے جنرل ہیں ۔ مشتے ازخروارے۔دو ہی مثالوں پر اکتفا کرتا ہوں۔

باقی جو سرکاری مسلمان ہیں اور جہاد کے بھی قائل ہیں ختم نبوت کے بھی قائل ہیں ۔ان کے کردار اور معاملات کا ذکر کروں تو بات بہت دور تک چلے جائے گی ۔ بہت سے غدارِ قومی ریکارڈ پر ہیں ۔ حمود الرحمن کمیشن رپورٹ پڑھئے۔مگر ساری تاریخ میں آپ کو کوئی بھی احمدی غدار نہیں ملے گا۔اس کام کے لئے سرکاری مسلمان ہی کافی ہیں۔قیام پاکستان سے اب تک سرکاری طور پر مسلمانوں نے ہی اس مادرِ وطن سے ہزار بار غداری کی ہے ۔تاریخ پڑھئے۔کوئی، ہندو کا ایجنٹ ہے،کوئی سعودی کا تو کوئی ایران کا، کسی کو فرنگی اور امریکہ سے بہت محبت ہے۔تم مسلماں ہو کہ جن کو دیکھ کر شرمائیں ہنود۔قوم میں ایک بھی صادق اور امین نہیں۔کیپٹن صفدر خود فوج کا بھگوڑا ہے۔اوراب تو قوم کا ڈاکو عدالتوں میں مطلوب ہے۔اُس کے خاندان کا جائزہ تو ابھی مخفی رکھتا ہوں اس کے سسرال کا کچا چٹھہ تو ساری دنیا دیکھ اور سُن رہی ہے۔ اُن کی دیانتداری ، ملک دوستی لوٹ مار سب کے سامنے ہے۔(خود کیپٹن صاحب راست باز مسلمان بھی نہیں ہیں۔اس کا بیٹا ابھی کم عمری ہی میں لندن کے قہوہ خانوں اور کاسینوز کا چاند تارا بنا ہوا ہے، ہے مگر سرکاری طور پر مسلمان۔دوسروں پر تو ہر کوئی دامادی کے رُعب میں کیچڑ اُچھال سکتا ہے۔ مجال ہے اگر کوئی ساری اسمبلی میں انکے خلاف ایک لفظ بھی بولے) یہ سب سرکاری طور پر مسلمان بھی ہیں جہاد کے اور ختم نبوت کے بھی قائل ہیں۔لُچا سب توں اُچا۔احمدی نہ ہی لاوارث ہیں ۔نہ ہی کمزور ہیں ہاں تمہاری روزی کا ضرور موجب ہیں ۔ احمدی اپنے خلیفہ وقت کی اطاعت میں ایک باعمل مومن کی زندگی گزار رہے ہیں۔وہ احکام خلافت کے پیشِ نظر کسی بے امنی کا باعث نہیں بننا چاہتے۔اُن کا یقین ہے کہ یہ سب مسائل اللہ ہی طرف سے اُن پر آتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی ان کو حل کرنے والا ہے۔وہ معقول لوگ، پڑھے لکھے ہیں۔

راست باز مومن کی زندگی جیتے ہیں اور قانون کی پاسداری کرتے ہیں تم لوگ اپنے انبوہِ کثیر میں سے ایک بھی مردِ مومن نکال کر دکھاؤ، ڈیزل، شیرانی ، اشرفی، عبدالقوی، امداد اللہ، کس کس کا نام لکھوں ۔ بھیڑیوں نے داڑھیاں رکھ لی ہیں۔قوم میں ایک بھی صادق اور امین نہیں۔جعلی ایمان، جعلی ڈگریاں، جعلی فتاویٰ، بلکہ اب تو آئندہ سے ان جعلی مسلمانوں کی نسلیں بھی جعلی ہونے لگی ہیں۔کونسا لیڈر اور آپ کے جعلی علماء جھوٹ نہیں بولتے۔ان پر کسی کو بھی کوئی اعتماد نہیں۔ساری دنیا میں بدنام ہو۔دو نمبری میں تم ابلیس سے بھی بازی لے گئے ہو۔درد رہتا ہے تمہیں ختم نبوت کا۔کیا احمدیوں کے اعمال کے تم ٹھکیدار ہو؟۔بدمعاشوں کی پارلیمنٹ (وائٹ پیپر ضیاع الحق) احمدیوں کے

ایمان کا فیصلے کا کیا حق رکھتی ہے ۔انڈیا کی یا یورپ کی کوئی پارلیمنٹ تمہاری طرح مسلمان اقلیت کو اپنے اپنے ممالک میں اگر انسانی اور مذہبی حقوق سے محروم کردے تو تم مان لوگے۔نہیں ۔عالم اسلام کے نام نہاد ٹھیکیدارو! اسی ماہِ رمضان میں ایک سعودی شہزادے نے بلین ڈالر اور اپنی چار بیویاں جوئے میں ہاردی ہیں ۔ ہے کوئی غیرت منداس کے خلاف فتویٰ دینے والا۔سعودیہ کے درباریو! ذرا آگے بڑھو۔کچھ بھی ہے مگر وہ جہاد کا بھی قائل ہے اور ختم نبوت کا بھی۔اسلام کے پانچ ارکان تو مسلمہ ہیں مگر یہ پاکستان نے چھٹا رکن اسی طرح گھڑ لیا ہے۔جس طرح نواز شریف کو نا اہلی سے بری کرایا ہے بذریعہ پارلیمنٹ۔ختم نبوت کوئی مسئلہ ہی نہیں۔اگر اطمینان سے علمائے اسلام کی کتب کوئی پڑھے تو یہ مسئلہ ہی کوئی نہیں ساری اُمت کہتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آنا ہے۔اور احمدی کہتے ہیں کہ وہ امام مہدی کے رُوپ میں آ گیا ہے۔ایک تو اقلیت ہونے کے ناطے احمدیوں پر ان مقتدر ہستیوں کو غصہ بہت آ جاتا ہے۔حالانکہ بانی دیو بند حضرت قاسم نانوتویؒ کا فرمان ہے انہوں نے اپنی کتاب (تحذیر الناس میں) امکان نبوت کو تسلیم کیا ہے۔فقہا اور علمائے کرام کو پڑھیں آپ تو علمائے سُو کی بات سُن رہے ہیں۔اُن کے اقوال و افعال بھی نوٹ کریں۔باقی سب علمائے کرام نے آنے والے امام مہدی کو آقا رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق نبی اللہ کہا ہے۔

اگر تم لوگ محب وطن ہو تو اسمبلی میں مندرجہ ذیل قرار دادیں پیش کرو۔ دودھ میں کیمیکلز ملانے والوں کے خلاف، مرچوں میں لکڑی کا برادہ مکس کرنے والوں کے خلاف،جعلی ادویہ بنانے والوں کے خلاف،مریضوں کے گردے چوری کرنے والوں کے خلاف، بے بس لوگوں کو سڑک پر کچلنے' زہریلی شراب کے ذریعے پچاس پچاس لوگوں کو قتل کرنے' مسجدوں' درگاہوں' یتیم خانوں اور قبرستانوں کے فنڈ کھانے' رشوت لینے' ملکی خزانہ لوٹنے' حاجیوں کا زادِراہ چرانے' خودکش حملوں کے ذریعے نمازیوں کو مارنے' شناختی کارڈ اور نام پڑھ کر گولی مارنے' بھتہ لینے' ٹارگٹ کلرز اور زمینوں کے قابضین عین مسلمان اور پاکستانی ہیں۔یاد رکھو یہ پاکستانی ایک گمراہ، بے عمل ،بھٹکی ہوئی قوم ہے۔احمدیوں کو ان کے فتاویٰ کی کوئی ضرورت نہیں ۔ یہ وارثانِ ابوجہل، فرعون و یزید ہیں۔سب دشمن پاکستان کا ٹولہ حکومت اور اداروں میں آ گیا ہے ۔ یہ سب مادر پدر آزاد، ڈاکو، حرام خور ہیں۔عوام الناس کو اصل حقائق سے بے خبر رکھ کر ملک کو تباہ کیا جا رہا ہے۔منکرین ختم نبوت تو تم لوگ ہو جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے منتظر بیٹھے ہو۔جب حلف نامہ کی بات کرتے ہو تو سرکاری طور پر بیان کرو کہ کوئی نبی اب نہیں آئے گا۔مگر تمہارا عقیدہ بھی متنازعہ ہے۔ بے عمل سرکاری مسلمان تو مرتد سے بھی بدتر ہے۔منافقت اور فتنہ تو قتل سے بھی برا ہوتا ہے۔انسان بن جاؤ اسلام کی پیروی کرو نا کہ اسلام آباد کی۔پاکستان اس لئے نہیں قائداعظم نے بنایا تھا کہ یہ بخاری کا پلیدستان بنے۔یا قتل گاہ بنے۔اس کو یثرب اور میثاق مدینہ کے مطابق چلانا تھا۔اگر علمائے سُو با کردار ہوتے تو قائداعظم کی پہلی کابینہ میں یہ سب بخاری، احراری اور مدنی ممبر اور وزیر ہوتے مگر یہ تو ہندو کے غلام تھے اور اب بھی ہیں۔اقبال تیرے دیس کا کیا حال سناؤں:

مکاری و عیاری و غداری و ہیجان
اب بنتا ہے ان چار عناصر سے مسلمان
قاری اُسے کہنا تو بڑی بات ہے یارو!
اس نے تو کبھی کھول کے دیکھا نہیں قرآن
ڈھونڈے سے بھی ملتا نہیں قرآن کا مومن
بیبا کی و حق گوئی سے گھبراتا ہے مومن
مکاری و رُوباہی پہ اِتراتا ہے مومن
جس رزق سے پرواز میں کوتاہی کا ڈر ہو
وہ رزق بڑے شوق سے کھاتا ہے مومن
اقبال تیرے دیس کا کیا حال سناؤں

عورت اور پیر صاحب

ایک عورت اپنی دلی مراد کے حصول کیلئے ایک پیر صاحب کے آستانے پر حاضر ہوئی۔پیر صاحب نے مسئلہ سننے کے بعد فرمایا: محترمہ! یہ کام بہت مشکل ہے، مجھے اس کیلئے سخت محنت اور کٹھن چلہ کشی کرنی پڑیگی اور ساتھ ہی مجھے کچھ رقم بھی درکار ہوگی۔عورت: پیر صاحب! کتنی رقم درکار ہوگی؟ پیر صاحب: کوئی زیادہ رقم کی ضرورت نہیں ہے، بس جو ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام گزرے ہیں، ان میں سے ہر ایک کے نام کا ایک ایک روپیہ چاہیے ہوگا.عورت بھی پیر صاحب کی طرح پہنچی ہوئی تھی، جھٹ سے بولی: کوئی بات نہیں پیر صاحب، آپ بصد احترام ہر نبی کا نام پکارتے جائیں، میں ہر نبی کا نام سن کر ایک ایک روپیہ پیش کرتی جاؤں گی. پیر صاحب ابھی تک بے ہوش پڑے ہیں۔۔۔!!!!!!

وہ کرامتیں جن پہ چاروناچار یقین کرنا ہی پڑتا ہے

ایک کشمیری پیر صاحب اپنے ایک مرید کے ہمراہ انگلینڈ کے دورے پر تشریف لائے۔ جب وہ واپس آزاد کشمیر پہنچے تو مرید نے لوگوں سے کہا کہ اپنے پیر صاحب کی کرامتیں تو ہم نے گوروں کے ملک میں دیکھی ہیں۔ جب ہم ہیتھرو ائیرپورٹ سے نکل رہے تھے اور واپسی پر جب ائیرپورٹ کے اندر گزر ہو رہا تھا تو قبلہ پیر صاحب جہاں سے بھی گزرتے، بند دروازہ حضرت کو دیکھ کر خود بخود کھل جاتا تھا۔ پیر صاحب کو دیکھ کر سیڑھیاں خود حرکت میں آ جاتیں جن پر کھڑے ہو کر پیر صاحب مع یہ خاکسار مرید اوپر نیچے چلتے جاتے۔ نیز ائیرپورٹ کے اندر کئی فرلانگ کی سڑک سی چل پڑتی جس پر پیر صاحب اور مریدین کھڑے ہو کر سفر کرتے رہتے۔ اور تو اور مارے حیرانی کے میری تو سٹی ہی گم ہوگئی یہ دیکھ کر کہ پیر صاحب اپنا بابرکت ہاتھ شریف استنجا اور طہارت کے لیے جونہی پانی والے نل کے قریب بڑھاتے تو نہایت آہستگی مگر ناقابلِ بیان سرعت کے ساتھ آبِ رواں سا جاری ہو جاتا۔

***

کوفہ کے ایک شخص نے بڑے دھوم دھام سے ایک ساتھ اپنے دو بیٹوں کی شادی کی، ولیمہ کی دعوت میں تمام اعیان و اکابر موجود تھے، مسعر بن کدام حسین بن صالح، سفیان ثوری، امام اعظم بھی شریک دعوت تھے، لوگ بیٹھے کھانا کھا رہے تھے کہ اچانک صاحب خانہ بدحواس گھر سے نکلا اور کہا "غضب ہو گیا" زفاف کی رات عورتوں کی غلطی سے بیویاں بدل گئی جس عورت نے جس کے پاس رات گزاری وہ اس کا شوہر نہیں تھا۔ سفیان ثوری نے کہا امیر معاویہ کے زمانے میں ایسا واقعہ پیش آیا تھا، اس سے نکاح پر کچھ فرق نہیں پڑتا ہے؛ البتہ دونوں کو مہر لازم ہوگا، مسعر بن کدام، امام صاحب کی طرف متوجہ ہوئے کہ آپ کی کیا رائے ہے، امام صاحب نے فرمایا پہلے دونوں لڑکوں کو بلایا جائے تب جواب دوں گا، دونوں شوہر کو بلایا گیا امام صاحب نے دونوں سے الگ الگ پوچھا کہ رات تم نے جس عورت کے ساتھ رات گزاری ہے، اگر وہی تمھارے نکاح میں رہے کیا تمہیں پسند ہے؟ دونوں نے کہا: ہاں! تب امام صاحب نے فرمایا: تم دونوں اپنی بیویوں کو جن سے تمھارا نکاح پڑھایا گیا تھا، اسے طلاق دے دو اور ہر شخص اس سے نکاح کر لے جو اس کے ساتھ ہم بستر رہ چکی ہے۔ (عقود الجمان ص: ۲۵۵)

حضرت سفیان ثوری نے جو جواب دیا تھا مسئلہ کے لحاظ سے وہ بھی صحیح تھا، وطی بالشبہ کی وجہ سے نکاح نہیں ٹوٹتا ہے؛ مگر امام صاحب نے جس مصلحت کو پیش نظر رکھا، وہ ان ہی کا حصہ تھا؛ اس لئے کہ وطی بالشبہ کی وجہ سے عدت تک انتظار کرنا پڑتا جو اس وقت ایک مشکل امر تھا پھر عدت کے زمانے ہر ایک کو یہ خیال گزرتا کہ میری بیوی دوسرے کے پاس رات گزار چکی ہے، اور اس کے ساتھ رہنے پر غیرت گوارہ نہ کرتی اور نکاح کا اصل مقصد الفت و محبت، اتحاد و اعتماد بڑی مشکل سے قائم ہو پاتا ہے۔

***

ایک دفعہ ایک نصرانی بادشاہ نے چند سوالات لکھ کر حضرت عمرؓ کے پاس بھیجے اور ان کے جوابات دینے کا مطالبہ کیا سوالات درج ذیل ہیں۔

پہلا سوال: ایک ماں کے شکم سے دو بچے ایک دن ایک ہی وقت پیدا ہوئے۔ پھر دونوں کا انتقال بھی ایک ہی دن ہوا۔ ایک بھائی کی عمر 100 سال بڑی اور دوسرے کی سو سال چھوٹی ہوئی یہ کون تھے؟ اور ایسا کس طرح ہوا؟

دوسرا سوال: وہ کون سی سرزمین ہے کہ جہاں ابتدائے پیدائش سے قیامت تک صرف ایک دفعہ سورج کی کرنیں لگیں، پہلے کبھی لگی تھیں نہ آئندہ کبھی لگیں گی۔؟

تیسرا سوال: وہ کون سا قیدی ہے جس کی قید میں سانس لینے کی اجازت نہیں اور وہ بغیر سانس لیے زندہ رہتا ہے۔؟ چوتھا سوال: وہ کون سی قبر ہے جس کا مدفون بھی زندہ اور قبر بھی زندہ! قبر اپنے مدفون کو سیر کراتی پھرتی تھی پھر وہ قبر سے باہر نکل کر کچھ عرصہ زندہ رہ کر وفات پائی؟ حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ کو بلایا اور فرمایا کہ ان سوالات کے جوابات لکھ دیں۔ حضرت عبداللہؓ نے قلم برداشتہ جواب تحریر فرما دیئے۔

پہلا جواب: جو دو بھائی ایک ہی دن ایک ہی وقت پیدا ہوئے اور دونوں کی وفات بھی ایک ہی دن ہوئی اور اور ان کی عمر میں سو سال کا فرق۔ یہ بھائی حضرت عزیرؑ اور حضرت عزیزؒ تھے۔ یہ دونوں بھائی ایک ہی دن ایک ہی وقت ماں کے بطن سے پیدا ہوئے ان دونوں کی وفات بھی ایک ہی دن ہوئی۔ لیکن بیچ میں حضرت عزیرؑ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ دکھانے کیلئے پورے سو سال مارے رکھا۔ سو سال کے بعد اللہ تعالیٰ نے زندگی بخشی۔ سورۃ آل عمران میں ذکر موجود ہے۔ وہ گھر گئے پھر کچھ عرصہ مزید زندہ رہ کر رحلت فرمائی۔ دونوں بھائیوں کی وفات بھی ایک دن ہوئی۔ اس لیے حضرت عزیرؑ کی

عمر اپنے بھائی سے چھوٹی ہوئی اور حضرت عزیرؑ کی عمر سو سال بڑی ہوئی۔

دوسرا جواب: وہ زمین سمندر کی کھاڑی قلزم کی تہہ ہے کہ جہاں فرعون مردود غرق ہوا تھا۔ حضرت موسیٰ کے معجزے سے دریا خشک ہوا تھا۔ حکم الٰہی سے سورج نے بہت جلد سکھایا۔ حضرت موسیٰ اپنی قوم بنی اسرائیل کے ہمراہ پار چلے گئے اور جب فرعون اور اس کا لشکر داخل ہوا تو وہ غرق ہو گیا اس زمین پر سورج ایک دفعہ لگا پھر قیامت تک بھی نہ لگے گا۔

تیسرا جواب: جس قیدی کو قید خانہ میں سانس لینے کی اجازت نہیں اور وہ بغیر سانس لیے زندہ رہتا ہے وہ بچہ ہے جو اپنی ماں کے شکم میں قید ہے۔ خداوندتعالیٰ نے اس کے سانس لینے کا ذکر نہیں کیا اور نہ وہ سانس لیتا ہے۔

چوتھا جواب: وہ قبر جس کا مدفون بھی زندہ اور قبر بھی زندہ۔ وہ مدفون حضرت یونسؑ تھے اور ان کی قبر مچھلی تھی جوان کو پیٹ میں رکھے جگہ جگہ پھرتی تھی یعنی سیر کراتی تھی۔ حضرت یونسؑ اللہ تعالیٰ کے حکم سے مچھلی کے پیٹ سے باہر آ کر عرصہ حیات رہے پھر وفات پائی۔ ***

کچھ حقیقت ہے یہاں کچھ تو فسانہ ہے نا
کیا کہیں دوست اسے، یہ تو زمانہ ہے نا
مانتا ہوں کہ مری راہ میں سَو دُشمن ہیں
کوئے جاناں کو مگر میں نے تو جانا ہے نا
تم تو کہہ دو نا مجھے آدمی اچھا ہوں میں
دل دُکھانے کے لئے سارا زمانہ ہے نا
میں نے اک پھول سی صورت کو کہا پھول ہیں آپ
میں تو شاعر ہوں، مرے پاس بہانہ ہے نا
تُو پکڑ تتلی کوئی، کھیل کسی جگنو سے
دُکھ اٹھانے کو ترے، تیرا دیوانہ ہے نا
کام ہے ایک ہی میرا کہ تجھے دیکھا کروں
ویسے دنیا کو مجھے کچھ تو بتانا ہے نا
کیا کروں نیلم و مرجان کا، یاقوت کا میں
تُو ہے میرا تو مرے پاس خزانہ ہے نا
میرے دُشمن میں تری چال پہ چُپ ہوں یوں بھی
ایک دن تُو نے مرے پاس تو آنا ہے نا
دُکھ ہزاروں ہیں یہاں پھر بھی مبارک میں نے
اس سے وعدہ جو کیا وہ تو نبھانا ہے نا

مبارک صدیقی

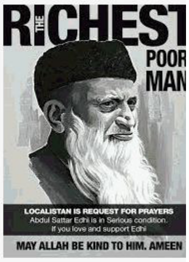

عبدالستار ایدھی (مرحوم ومغفور)

(نظم)

: منوّر احمد کنڈے، ٹیلفورڈ، انگلینڈ

آسماں سے تُو تھا آیا چل دیا واپس وہیں
اب زمیں والوں کو تجھ سا مل نہیں سکتا کہیں
مر کے بھی زندہ ہے تُو، کہ ہو کوئی جیسے شہید
جنتوں کے سب فرشتے کر رہے ہیں تیری دید
کون آیا ہے اِرم میں یہ محبت کا سفیر
جس کی خاطر رو رہے ہیں دھرت پر سب طفل و پیر
دیکھتے ہی دیکھتے کیا ہو گیا عبدالستار
چہرے سب کے آنسوؤں سے دھو گیا عبدالستار
آسمانوں کی بلندی چھو گیا عبدالستار
رحمتوں کی جنتوں میں کھو گیا عبدالستار
بادشاہ تُو امن کا لیکن فقیروں میں شمار
ہیں وزیر و صدر و مُلّا تیرے مثلِ خاکسار
تم کو کتِنوں نے دکھائے حکمرانی کے سمند
تُو سیاست میں نہ الجھا تھی بصیرت بھی بلند
تُو نے اپنائی جہاں میں جو تھی راہِ مستقیم
تیرے جانے پر سمجھتی قوم ہے خود کو یتیم
تجھ سے الفت تھی جہاں والوں کو تیرے کام سے
لمحے تیری زندگی کے دہر کے خدام تھے
اب کہاں تجھ سا ملے گا اس جہاں کو خاک سار
آنکھ سے بیوہ کی پونچھے کون اب اشکِ نزار
بے سہاروں کا سہارا تجھ کو کہتے ہیں سبھی
تیرے جیسا قوم نے پایا نہیں پہلے سخی
مل گئی خوش بخت کو ہے چشم تیرے نام کی
تیری آنکھیں آج بھی نگران تیرے کام کی
اے منور درد کے صحرا کا سیرابی تھا وہ
تشنگی سے پُر زمیں کے واسطے آبی تھا وہ

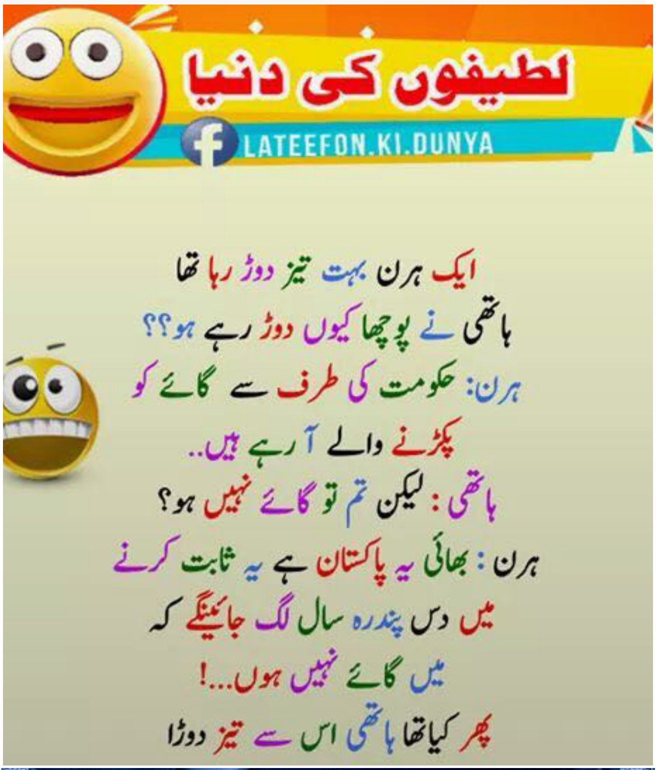

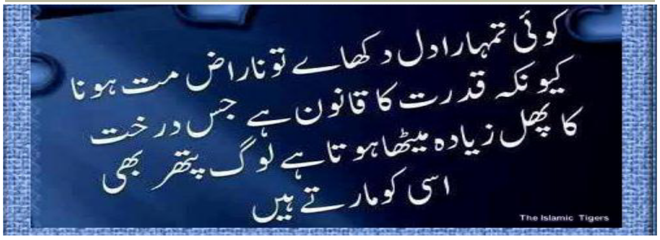

پاک ٹی ہاؤس

ادارۃ المعارف
وکی پیڈیا سے

پاک ٹی ہاؤس لاہور، پاکستان میں واقع ایک قہوہ خانہ تھا جو شہر کے فنون لطیفہ سے شغف رکھنے والی نامور شخصیات کی بیٹھک کے طور پر مشہور تھا۔ یہاں ثقافتی، ادبی اور فنی شخصیات محافل کا انعقاد کرتی تھیں۔ یہاں آنے والی چند چیدہ شخصیات میں فیض احمد فیض، ابن انشا، احمد فراز، سعادت حسن منٹو، منیر نیازی، میراں جی، کمال رضوی، ناصر کاظمی، پروفیسر سید سجاد رضوی، استاد امانت علی خان، ڈاکٹر محمد باقر، انتظار حسین، افتخار جالب، عزیز الحق، کشور ناہید، مظفر علی سید، جاوید شاہین، شاہد حمید، انیس ناگی، سعادت سعید، زاہد ڈار، سلیم شاہد اور سید قاسم محمود شامل ہیں۔ یہ مقام دراصل نہ صرف مشہور ادبی و فنی شخصیات کی بیٹھک تھی بلکہ یہ قہوہ خانہ لاہور اور ملک بھر کے نوجوانوں کے لیے ان شخصیات سے ملاقات کا ذریعہ اور سیکھنے کا ذریعہ بھی رہی ہے۔ بلاشبہ یہ مقام ایک چوپال کی سی حیثیت رکھتا تھا جہاں مختلف ذہنوں اور علاقوں سے تعلق رکھنے والے لوگ اپنا نکتہ نظر بیان کرنے کیلئے تشریف لاتے تھے۔ یہاں کا ماحول دراصل اس مقام کی خوبی تھا، مختلف نظریات پر کسی بھی قسم کا فیصلہ نہیں بلکہ اس کو سمجھنے کی غرض سے بحث و مباحثوں کا انعقاد ہی یہاں کا قانون مشہور تھا۔ کئی سالوں تک یہ مقام علمی مباحثوں کا مرکز رہا۔ پاک ٹی ہاؤس لاہور میں مال روڈ پر واقع تھا جو انارکلی بازار اور نیلا گنبد کے قریب مقام ہے۔ تاریخ میں ایک سکھ بوٹا سنگھ نے ''انڈیا ٹی ہاؤس'' کے نام سے یہ چائے خانہ شروع کیا۔ بوٹا سنگھ نے 1940ء سے 1944ء تک اس چائے خانہ و ہوٹل کو چلایا مگر اس کا کام کچھ اچھے طریقے سے نہ جم سکا بوٹا سنگھ کے چائے خانہ پر دو سکھ بھائی سرتیج سنگھ بھلا اور کیسر سنگھ بھلا جو گورنمنٹ کالج لاہور کے سٹوڈنٹ تھے اپنے دوستوں کے ہمراہ اکثر چائے پینے آتے تھے 1940ء

میں یہ دونوں بھائی گورنمنٹ کالج لاہور سے گریجوایشن کر چکے تھے اور کسی کاروبار کے متعلق سوچ رہے تھے کہ ایک روز اس چائے خانہ پر بیٹھے، اس کے مالک بوٹا سنگھ سے بات چل نکلی اور بوٹا سنگھ نے یہ چائے خانہ ان کے حوالے کر دیا۔ پاک ٹی ہاؤس لاہور میں مال روڈ پر واقع ہے جو انارکلی بازار اور نیلا گنبد کے قریب ہے قیام پاکستان کے بعد حافظ رحیم بخش صاحب جالندھر سے ہجرت کر کے لاہور آئے تو انہیں پاک ٹی ہاؤس 79 روپے ماہانہ کرایہ پر ملا یہ چائے خانہ ''انڈیا ٹی ہاؤس'' کے نام سے ہی چلتا رہا بعد میں ''انڈیا'' کاٹ کر ''پاک'' کا لفظ لکھ دیا گیا دبلا پتلا بدن، دراز قد، آنکھوں میں ذہانت کی چمک، سادہ لباس، کم سخن، حافظ رحیم بخش کو دیکھ کر دلی و لکھنؤ کے قدیم وضعدار بزرگوں کی یاد تازہ ہو جاتی حافظ صاحب کے دو بڑے بیٹوں علیم الدین اور سراج الدین نے پاک ٹی ہاؤس کی گدی کو سنبھالا۔ لاہور کے گم گشتہ چائے خانوں میں سب سے مشہور چائے خانہ پاک ٹی ہاؤس تھا جو ایک ادبی، تہذیبی اور ثقافتی علامت تھا پاک ٹی ہاؤس شاعروں، ادیبوں، نقاد کا مستقل اڈا تھا جو ثقافتی، ادبی محافل کا انعقاد کرتی تھیں پاک ٹی ہاؤس ادیبوں کا دوسرا گھر تھا اور کسی کو اس سے جدائی گوارا نہیں تھی وہ ٹی ہاؤس کے عروج کا زمانہ تھا۔ ان دنوں لاہور میں دو بڑی ادبی تنظیمیں، حلقہ ارباب ذوق اور انجمن ترقی پسند مصنفین ہوتی تھیں صبح سے لیکر رات تک ادبی محفلیں جمی رہتی تھیں یہاں ملک بھر سے نوجوان ان شخصیات سے ملاقات کرنے کے لئے آتے تھے اتوار کو ٹی ہاؤس میں تل دھرنے کو جگہ نہیں ہوتی تھی جو کوئی آتا کرسی نہ بھی ہوتی تو کسی دوست کے ساتھ بیٹھ جاتا تھا یہاں شعر و ادب پر بڑے شوق سے بحثیں ہوتی تھیں۔ ٹی ہاؤس میں بیٹھنے والے ادیبوں اور شاعروں میں سے سوائے چند ایک کے باقی کسی کا بھی کوئی مستقل ذریعہ معاش نہیں تھا کسی ادبی پرچے میں کوئی غزل، نظم یا کوئی افسانہ لکھ دیا تو پندرہ بیس روپے مل جاتے تھے لیکن کبھی کسی کے لب پر تنگی معاش کا شکوہ نہیں تھا ایسا کبھی نہیں تھا کہ کسی دوست کی جیب خالی ہے تو وہ ٹی ہاؤس کی چائے اور سگریٹوں سے محروم رہے جس کے پاس پیسے ہوتے تھے وہ نکال کے میز پر رکھ دیتا تھا جس کی جیب خالی ہوتی تھا علیم الدین صاحب اس کے ساتھ بڑی فراخ دلی سے پیش آتے تھے اس وقت کے ادیبوں میں سے شاید ہی کوئی ادیب ہو جس نے پاک ٹی ہاؤس کی چائے کا ذائقہ نہ چکھا ہو۔ پاک ٹی ہاؤس کا بڑا دلکش ماحول ہوتا تھا نائیلون والا چمکیلا فرش، چوکور سفید پتھر کی میزیں، دیوار پر لگی قائداعظم کی تصویر، گیلری کو جاتی ہوئی سیڑھیاں، بازار کے رُخ پر لگی شیشے دار لمبی کھڑکیاں جو گرمیوں کی شاموں کو کھول دی جاتی تھیں اور باہر لگے درخت بھی دکھائی دیتے تھے دوپہر کو جب دھوپ پڑتی تو

شیشوں سے گلابی روشنی اندر آتی تھی۔ٹی ہاؤس کے اندر کونے والے کاؤنٹر پر علیم الدین کا مسکراتا ہوا سانولا چہرا اُبھرتا اور بل کاٹتے وقت پیچھے کہیں دھیمے سروں میں ریڈیو بج رہا ہوتا تھا علیم الدین کی دھیمی اور شگفتہ مسکراہٹ تھی اس کے چمکیلے ہموار دانت موتیوں کی طرح چمکتے تھے ٹی ہاؤس کی فضا میں کیپسٹن سگریٹ اور سگار کا بل کھاتا ہوا دھواں گردش کرتا تھا ٹی ہاؤس کی سنہری چائے، قہوہ اور فروٹ کیک کی خوشبو بھی دل کو لبھاتی تھی کبھی کبھی کاؤنٹر پر رکھا ہوا ٹیلیفون یک دم بج اٹھتا تھا۔ہجرت کر کے آنے والوں کو پاک ٹی ہاؤس نے اپنی گود میں پناہ دی کسی نے کہا میں انبالے سے آیا ہوں میرا نام ناصر کاظمی ہے کسی نے کہا میں گڑھ مکستر سے آیا ہوں میرا نام اشفاق احمد ہے کسی نے کہا میرا نام ابن انشاء ہے اور میرا تعلق لاہور سے ہے۔

وہ بڑے چمکیلے اور روشن دن تھے ادیبوں کا سارا دن ٹی ہاؤس میں گزرتا تھا زیادہ تر ادیبوں کا تخلیقی کام اسی زمانے میں انجام پایا تھا ناصر کاظمی نے بہترین غزلیں اسی زمانے میں لکھیں اشفاق احمد نے گڈریا اسی زمانے میں لکھا شعر و ادب کا یہ تعلق پاک ٹی ہاؤس ہی سے شروع ہوا تھا۔صبح آٹھ بجے پاک ٹی ہاؤس میں کم لوگ آتے تھے ناصر کاظمی سگریٹ انگلیوں میں دبائے، سگریٹ والا ہاتھ منہ کے ذرا قریب رکھے ٹی ہاؤس میں داخل ہوتا تھا اور اشفاق احمد سائیکل پر سوار پاک ٹی ہاؤس آتا تھا۔پاک ٹی ہاؤس میں داخل ہوں تو دائیں جانب شیشے کی دیوار کے ساتھ ایک صوفہ لگا ہوا تھا سامنے ایک لمبی میز تھی میز کی تینوں جانب کرسیاں رکھی ہوئی تھیں ناصر کاظمی، انتظار حسین، سجاد باقر رضوی، پروفیسر سید سجاد باقر رضوی، قیوم نظر، شہرت بخاری، انجم رومانی، امجد الطاف امجد، احمد مشتاق، مبارک احمد وغیرہ کی محفل شام کے وقت اسی میز پر لگتی تھی۔اے حمید، انور جلال، عباس احمد عباسی، ہیرو حبیب، سلو، شجاع، ڈاکٹر ضیاء وغیرہ قائد اعظم کی تصویر کے نیچے جو لمبی میز اور صوفہ بچھا تھا وہاں اپنی محفل سجاتے تھے ڈاکٹر عبادت بریلوی اور سید وقار عظیم بھی وقت نکال کر پاک ٹی ہاؤس آتے تھے ہر مکتبہ فکر کے ادیب، شاعر، نقاد اور دانشور اپنی الگ محفل بھی سجاتے تھے۔سعادت حسن منٹو، اے حمید، فیض احمد فیض، ابن انشاء، احمد فراز، منیر نیازی، میرا جی، کرشن چندر، کمال احمد رضوی، ناصر کاظمی، سجاد باقر رضوی، استاد امانت علی خان، ڈاکٹر محمد باقر، انتظار حسین، اشفاق احمد، قیوم نظر، شہرت بخاری، انجم رومانی، امجد الطاف امجد، احمد مشتاق، مبارک احمد، انور جلال، عباس احمد عباسی، ہیرو حبیب، سلو، شجاع، ڈاکٹر ضیاء، ڈاکٹر عبادت بریلوی، سید وقار عظیم وغیرہ پاک ٹی ہاؤس کی جان تھے۔ساحر لدھیانوی بھارت جا چکا تھا اور وہاں فلمی گیت لکھ کر اپنا نام امر کر رہا تھا شاعر اور ادیب اپنے اپنے تخلیقی کاموں میں مگن تھے ادب اپنے عروج پہ تھا اس زمانے کی لکھی ہوئی غزلیں، نظمیں، افسانے اور مضامین آج کے اردو ادب کا قیمتی سرمایہ ہیں اس زمانے کی بوئی ہوئی زرخیز فصل کو ہم آج کاٹ رہے ہیں۔

پاک ٹی ہاؤس کئی نشیب و فراز سے گزرا اور کئی مرتبہ بند ہو کر خبروں کا موضوع بنتا رہا عرصہ دراز تک اہل قلم کو اپنی آغوش میں پناہ دینے کے بعد 2000ء میں جب ٹی ہاؤس کے مالک نے اسے بند کرنے کا اعلان کیا تو ادبی حلقوں میں تشویش کی لہر دوڑ گئی اور اہل قلم نے باقاعدہ اس فیصلے کی مزاحمت کرنے کا اعلان کر دیا۔

دراصل ٹی ہاؤس کے مالک نے یہ بیان دیا تھا کہ ''میرا ٹی ہاؤس میں گزارہ نہیں ہوتا میں کوئی دوسرا کاروبار کرنا چاہتا ہوں'' ادبی تنظیموں نے مشترکہ بیان دیا کہ ٹی ہاؤس کو ٹائروں کی دکان بننے کی بجائے ادیبوں کی بیٹھک کے طور پر جاری رکھا جائے کیونکہ اس چائے خانے میں کرشن چندر سے لیکر سعادت حسن منٹو تک ادبی محفلیں جماتے رہے ادیبوں اور شاعروں نے اس چائے خانے کی بندش کے خلاف مظاہرہ کیا اور یہ کیس عدالت میں بھی گیا اور بعض عالمی نشریاتی اداروں نے بھی احتجاج کیا آخر کار 31 دسمبر 2000ء کو یہ دوبارہ کھل گیا اور اہل قلم یہاں دوبارہ بیٹھنے لگے لیکن 6 سال کے بعد مئی 2006ء میں یہ دوبارہ بند ہو گیا اس بار ادیبوں اور شاعروں کی طرف سے کوئی خاص احتجاج دیکھنے میں نہیں آیا۔اس طرح یہ تاریخی، ادبی اور ثقافتی ورثہ نصف صدی تک اہل قلم کی میزبانی کرنے کے بعد اپنے پیچھے علم و ادب کی دنیا کی کئی داستانیں چھوڑ گیا اب اس کے بند شٹر اور اوپر لکھا ہوا بورڈ صرف ماضی کے ایک ادبی ورثہ کی یاد دلانے لگا۔

نگینہ بیکری، چوپال، شیزان اور عرب ہوٹل کی طرح یہ بھی ماضی کا حصہ بن گیا۔پاک ٹی ہاؤس کی بحالی لاہور کے ادیبوں، شاعروں اور دانشوروں کا ایک مسلسل دیرینہ مطالبہ تھا پاک ٹی ہاؤس کا افتتاح 14 اگست کو کیا جانا تھا لیکن نہ ہو سکا سیاسی وجوہات کی بنا پر افتتاح کی نئی تاریخ 6 ستمبر رکھی گئی لیکن بے سود 20 اکتوبر، 25 اکتوبر اور 25 دسمبر 2012ء کو کیے گئے وعدے بھی وفا نہ ہو سکے پاک ٹی ہاؤس کی جدائی ختم ہوئی اور وصل کا وقت آ گیا میاں نواز شریف نے بالآخر 23 مارچ کو پاک ٹی ہاؤس میں چائے پی کر اور اس کا افتتاح کر کے ادیبوں اور شاعروں کے لیے اس کے دروازے ایک بار پھر کھول دیئے۔

***

SARMAD GLOBAL
CHARTERED ACCOUNTANTS

QUALIFIED CHARTERED ACCOUNTANTS
WITH BIG 4 EXPERIENCE

FREE TELEPHONE / EMAIL & WHATSAPP SUPPORT

- ✓ Company incorporation / Registered Office Address
- ✓ Personal Income Tax Return investigations,
- ✓ Rental Income Tax Returns
- ✓ UK State Pension Entitlement Review
- ✓ Advice on filling Gaps in UK State Pension
- ✓ UK State Pension / (Contracted Out) Tracing
- ✓ Private UK Pension Tracing.
- ✓ Assets Review for Inheritance Tax
- ✓ Appealing-Past years HRMC Penalties
- ✓ Preparation / Filing of Prior year tax returns
- ✓ Duplicate-Payslips/ P60s

ICAEW CHARTERED ACCOUNTANTS

SARMAD KHAN ACA FCCA

OFFICE 115 LONDON ROAD MORD 5HP UK
TEL +44(0)208 646 3666 FA 5002
E-MAIL: INFO@SARM
WEB. WWW.SARMA
CELL +44 (0) 7903

Benefit with very competitive rates, tailored advice & service to suit your specific needs, 24 hour response to all online enquiries and our many years of experience.

www.rashidandrashid.co.uk

FREE CONSULTATION & LEGAL ADVICE

24 Hours Emergency Numbers

07878 33 5000 , 07774222062

RASHID & RASHID LAW FIRM

190 Merton High Street, Wimbledon, tube station

Tel: 02085 401 666, Fax 02085 430 534

- Asylum & Immigration
- New Point Based System
- Settlement Application (ILR)
- Nationality & Travel Documents
- Human Rights Applications
- High/ Cour of Appeals
- European Law
- Family Matters and Divorce
- Switching Visas,
- Over Stayers
- Legacy Cases,
- Work Permits
- Visa Extensions
- Judicial Reviews
- Tribunal Appeals
- Student appeals

Hafiz & Haque
Solicitors

Rana Abdul Wadood Khan
Mobile. 07883342934
Contact Person
(Rana) Abdul Wadood Khan Mob. 07883342934

Immigration
Asylum
Nationality

We offer Specialist advice & assistance on the following areas:

Human rights applications Applications under point based system, Marriage visa applications, Appeals and Judicial Review claims, Employment law matters, Conveyancing Litgation and Arbitration, Family and Children law matters, Landlord and Tenant matters, Probate matters, Company and partnership disputes

Regulated and authorized by the Sollcitors Regulation Authority (with SRA Reg No. 448959)

18, CavellStreet London EI 2HP
www.hafizandhaque.co.uk emailL
info@hafizandhaque.co.uk

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
سونے کے اعلیٰ زیورات کا مرکز

شریف جیولرز

Sharif Jewellers

WEDDING – PARTY – EVERYDAY

Excelling in Gold jewellery for more than 60 years

28 London Road, Morden, SM4 5BQ
0044 – (20) 36094712
Aqsa Road, Rabwah
0092 – (47) 6212515

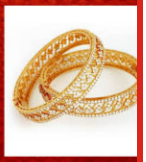

EP

Earlsfield Properties

Letting & Estate Agents,
Surveyors, Valuers
(Group of Companies)

We will manage you
property at 0% commission
Guaranteed
Rent Schemes for 3&5 years.

Free Management Service
Guaranteed Vacant Possession.
Member National Landlord Association
Member Deposit Protection Schemes

Please contact: Naveed Sarwar (MA European Real Estate)

175 Merton Road, London SW18 5EF Tel: 02082656000 02088770762 Fax: 02088749754
Email: earlsfieldproperties1@hotmail.com Web: www.earlsfieldproperties.com